هفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 13 — جمعة المبارک 15 ردسمبر 2006ء — 23 رذوالقعدہ 1427 ہجری قمری ❁ 15 رفتح 1385 ہجری شمسی — شمارہ 50

قوم کا سردار

حضرت زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے۔

(الجہاد لابن المبارک جلد 1 صفحہ 159 حدیث نمبر 207۔ الدارالتونسیہ۔ تیونس 1972)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

دجّال اور ضَآلِّیۡن ایک ہی گروہ کا نام ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور اس آخری زمانہ میں اپنے پورے زور پر ہیں۔

مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ بات بات میں پیچھے، جگہ جگہ پر شکست۔ ان کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہوگئے ہیں مگر عیسیٰ زندہ ہیں۔

عیسیٰ کی زندگی مرتد کرنے کا آلہ ہے

”یہ جو مَیں نے ضَآلِّیۡن کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد تھی پادری لوگ جو نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ اوروں کو گمراہ کرنے میں پوری ہمت اور کوشش سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ جو حدیثوں میں دجّال کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد ضَآلِّیۡن ہی ہیں اور اگر دجّال کے معنے ضَآلِّیۡن کے نہ لیے جاویں تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے ضَآلِّیۡن کا ذکر تو قرآن شریف میں کر دیا بلکہ ان کے فتنہ عظیم سے بچنے کے لئے دعا بھی سکھا دی مگر دجّال کا ذکر تک بھی نہ کیا حالانکہ وہ ایک ایسا عظیم فتنہ تھا جس سے لکھو کھہا لوگ گمراہ ہو جانے تھے۔

غرض سچی بات یہی ہے کہ دجّال اور ضالین ایک ہی گروہ کا نام ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور اس آخری زمانہ میں اپنے پورے زور پر ہیں اور ہر ایک طرح کے مکر اور فریب سے خلقت کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں اور چونکہ دجّال کے معنے بھی گمراہ کرنے والے کے ہیں اسی واسطے احادیث میں یہ لفظ ضَآلِّیۡنَ کی بجائے بولا گیا ہے۔

اور احادیث میں ضَآلِّیۡن کی بجائے دجّال کا لفظ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ لوگ اپنی طرف سے ایک دجّال بنا لیں گے اور عجیب عجیب قسم کے خیالات اس کی طرف منسوب کریں گے کہ اس کے ایک ہاتھ میں بہشت ہوگا اور ایک ہاتھ میں دوزخ اور وہ خدائی کا بھی دعویٰ کرے گا اور نبوت کا بھی اور اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا اور اس کا ایک گدھا ہوگا جس کے کانوں میں اس قدر فاصلہ ہوگا اور اس میں یہ یہ باتیں ہوں گی۔ اس لئے خدا فرماتا ہے کہ وہ دجّالی گروہ ضَآلِّیۡن کا ہی ہے جو طرح طرح کے پیرایوں میں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور بڑے بڑے وعدے دے دے کر خدا تعالیٰ کی کتابوں میں تحریف و تبدیل کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کے حکموں سے بالکل روگردان کر رہے ہیں یہاں تک کہ سؤر جیسی گندی چیز کو بھی حلال خیال کر رہے ہیں۔ حالانکہ توریت میں سؤر خاص طور پر حرام کیا گیا ہے اور خود مسیحؑ نے بھی کہا ہے کہ سؤروں کے آگے موتی مت ڈالو۔

اور ایسا ہی کفّارہ جیسا گندہ مسئلہ ایجاد کر کے انہوں نے گناہوں کے لئے ایک وسیع میدان تیار کر دیا ہے۔ خواہ انسان کیسے ہی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو مگر یسوع کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنے سے وہ سب عیب جاتے رہیں گے اور انسان نجات پا جائے گا۔ اب بتلاؤ کیا یہ صاف سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ وہی گمراہ کرنے والا گروہ ہے جس کو احادیث میں دجّال اور قرآن کریم میں ضَآلِّیۡن کر کے پکارا گیا ہے۔

اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت (جو کہ اس وقت آ گیا ہے) جو لکھا ہے کہ یَکۡسِرُ الصَّلِیۡبَ وَیَقۡتُلُ الۡخِنۡزِیۡرَ یعنی وہ صلیبوں کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنگلوں میں چوہڑوں اور چماروں کی طرح شکار کھیلتا پھرے گا اور گرجوں پر چڑھ چڑھ کر صلیبیں توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خنزیر نجاست کھانے والے کو کہتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ وہ نجاست جانوروں کی ہی ہو۔ بلکہ جھوٹ اور دروغ کی جو نجاست ہے وہ سب سے گندی اور بدبودار نجاست ہے اس لئے ایسے لوگوں کا جو ہر وقت جھوٹ اور فریب سے دنیا کو گمراہ کرتے رہتے ہوں، اللہ تعالیٰ نے خنزیر نام رکھا ہے۔ اور یہ جو فرمایا یَکۡسِرُ الصَّلِیۡبَ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ مسیح جب آوے گا تو پتھر، تانبے اور لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو جو پیسے پیسے پر فروخت ہوتی ہیں توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلیبی مذہب کی بنیاد کو توڑے گا۔ اب دیکھ لو کہ اُن کے مذہب کا تمام دارومدار تو عیسیٰ کی زندگی پر ہے اور یہ نہیں کہ دوسرے انبیاء کی طرح وہ زندہ ہے بلکہ وہ ایسا زندہ ہے کہ پھر دوبارہ دنیا میں آئے گا اور خلقت کا فیصلہ کرے گا اور پھر معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں عیسیٰؑ کی زندگی کا مسئلہ کہاں سے آ گیا۔ بدقسمتی سے انہوں نے بھی عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی۔ غرض سمجھنا چاہئے کہ عیسائیوں کے مذہب کی بنیاد تو صرف عیسیٰؑ کی زندگی پر ہے۔ جب وہ مر گیا تو پھر ان کا مذہب بھی ان کے ساتھ ہی مر گیا۔

لدھیانہ میں ایک دفعہ ایک پادری میرے پاس آیا۔ اثنائے گفتگو میں مَیں نے اسے کہا کہ عیسیٰؑ کی موت ایک معمولی سی بات ہے۔ اگر تم مان لو کہ عیسیٰ مر گیا ہے تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے۔ تو اس پر وہ کہنے لگا کہ کیا یہ معمولی سی بات ہے؟ اسی پر تو ہمارے مذہب کا تمام دارومدار ہے۔ ایسے ہی دہلی میں جب مَیں گیا تھا تو بہت سے آدمی جمع ہو کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ موجود ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے۔ مَیں نے کہا کہ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ سوائے اس کے کہ کئی ہزار آدمی مرتد ہو گئے اور اس کا نتیجہ ہی کیا نکلا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ تب مَیں نے کہا کہ اچھا اس نسخہ کا تو آپ لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے یہ تو غلط نکلا۔ اب ہمارا نسخہ بھی چند روز استعمال کر کے دیکھ لو کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اس پر ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ اسلام کی سچی خیر خواہی جیسی آپ کر رہے ہیں اور کوئی نہیں کر رہا۔ آپ بڑی خوشی سے اس کام میں لگے رہیں۔

غرض مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ بات بات میں پیچھے، جگہ جگہ پر شکست۔ ان کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے ہیں مگر عیسیٰ زندہ ہیں۔ اور (نعوذ باللہ) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مسِ شیطان سے پاک نہیں تھے مگر عیسیٰ پاک تھا۔ اور بے باپ تھا تو عیسیٰ، پرندوں کا خالق تھا تو عیسیٰ، مُردے زندہ کرتا تھا تو عیسیٰ، آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر دوبارہ نازل ہوگا تو عیسیٰ۔ اب بتلاؤ سوائے مُرتد ہونے کے اس کا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ غرض عیسیٰ کی زندگی مرتد کرنے کا آلہ ہے۔ جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی ایسی باتیں ہی سُن کر ہو جایا کرتے ہیں جن کا مَیں ذکر کر چکا ہوں۔

ایک دفعہ بشپ صاحب لاہور میں لیکچر دے رہے تھے اور اس قسم کی باتیں پیش کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب تو فوت ہو چکے ہیں اور ان کی مدینہ میں قبر موجود ہے۔ مگر یسوع مسیح کی نسبت خود مسلمان بھی مانتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر کہتے تھے مسلمانو! تم خود منصف بن کر دیکھ لو کہ آیا یہ باتیں سچی ہیں یا نہیں؟ تب ہمارے مفتی صاحب آگے بڑھے اور بشپ صاحب کو کہنے لگے کہ بتاؤ یہ باتیں قرآن شریف میں کہاں لکھی ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مر گئے ہیں اور عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں۔ قرآن مجید میں تو صاف طور پر عیسیٰ کی موت لکھی ہے اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ (المائدہ:118)۔ اسی بات کی شہادت دے رہی ہے کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ تب بشپ صاحب سے اَور تو کچھ بن نہ آیا گھبرا کر کہنے لگے ”معلوم ہوتا ہے کہ تم مرزائی ہو“۔ پھر اس کے بعد وہ لوگ جو وعظ سن رہے تھے باہر آ کر کہنے لگے کہ: ”مرزائی ہیں تو کافر مگر آج تو عزّت رکھ لی ہے“۔

(ملفوظات جلد پنجم ۔صفحہ 394-397 جدید ایڈیشن)

پاکستان میں احمدی مسلمانوں پر ہونے والی زیادتیاں اور ظالمانہ کارروائیاں

❁……روزنامہ پاکستان لاہور کی 22/اگست کی اشاعت میں خبر شائع ہوئی ہے کہ ثانوی تعلیمی بورڈ فیصل آباد کے ایک تین رکنی سب کمیٹی نے فیصلہ صادر کیا ہے کہ قادیانی طلبہ اپنے نام کے ساتھ ''حافظ'' کا لفظ نہیں لکھ سکتے۔ جواز یہ دیا گیا کہ چونکہ یہ اصطلاح مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے، جبکہ قادیانی قانوناً غیر مسلم ہیں، لہذا انہیں اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن کو حفظ کر کے بھی اپنے نام کے ساتھ حافظ کا اضافہ کرسکیں۔

خبر کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ایک احمدی طالب علم نے درخواست دی کہ چونکہ اس نے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے، لہذا اس کے نام کے ساتھ ''حافظ'' لگایا جائے۔ متعلقہ تعلیمی ادارہ نے اس سلسلہ میں تعلیمی بورڈ سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے درخواست ان تک پہنچائی، جو بورڈ نے ایک سب کمیٹی کے سپرد کردی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک اعلیٰ و ثانوی تعلیمی بورڈ کی تشکیل کردہ اس سب کمیٹی میں محمد اختر چیمہ، چوہدری نذیر احمد اور میاں فاروق شامل تھے۔

روزنامہ پاکستان میں شائع ہونے والی اس خبر میں کہا گیا ہے کہ چونکہ درخواست دہندہ قادیانی ہے، لہٰذا غیر مسلم ہے، لہٰذا اپنے نام کے ساتھ حافظ کا لفظ استعمال نہیں کرسکتا۔

اُردو کی مستند لغات میں لفظ ''حافظ'' کے معنی یہ لکھے ہیں: ''اچھے حافظہ والا، جسے قرآن کریم زبانی یاد ہو۔''

اس سے ثابت ہے کہ لفظ حافظ ایک اسمِ نکرہ ہے، اور اسمِ نکرہ کسی بھی شخص کے نام کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے، خصوصاً اگر وہ اس لفظ کے معنی پر پورا بھی اترتا ہو۔ کسی قانون یا ضابطہ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ کون لگا سکتا ہے اور کون نہیں۔ اس حرکت کا تو کسی آئین کی کسی شق، تعزیرات کی کسی دفعہ میں اس ظلم کا کوئی جواز نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁

❁……**اونچا پہارنگ، ضلع سیالکوٹ:** روزنامہ نوائے وقت کی 11، اکتوبر 2006ء کی اشاعت میں اونچا پہارنگ نامی شہر میں کشیدگی کی خبر شائع ہوئی۔ خبر میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک مدرسہ کی تعمیر روک دی جو احمدیت کی تدریس کی غرض سے قائم کیا جا رہا تھا۔ یہ خبر جماعت احمدیہ کی انتظامیہ کے لئے اس لئے ناقابل یقین تھی کہ جماعت کا مقام مذکورہ پر ایسی کسی تعمیر کا ارادہ نہ تھا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ اس کشیدگی کا سبب یہ بنا کہ ایک احمدی نے اپنی ذاتی ملکیت، ایک نجی مڈل سکول کی توسیع کرنے کی کوشش کی، جسے انتہا پسند مُلّانوں نے ہنگامہ آرائی کر کے روک دیا۔ حقیقت احوال یہ ہے کہ قصبہ کے ایک معزز احمدی شہری میاں لطیف صاحب ایک پرائیویٹ سکول چلاتے ہیں جہاں تین سو سے زائد احمدی اور غیر احمدی بچے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث انہوں نے اپنے تعلیمی ادارے کی توسیع کی غرض سے کمرے تعمیر کروانے شروع کئے۔ شریر مُلّانوں نے راتوں رات اس زیرِ تعمیر عمارت کو منہدم کردیا۔ یہ ہے ظالموں کا حال اور ان مظالم پر زرد صحافت کا لبادہ چڑھانے والی پریس کی افسوسناک صورتحال۔

❁❁❁❁❁❁❁

بھمبر، آزاد کشمیر: مورخہ 3/اکتوبر کو ایک احمدی معالج ڈاکٹر راجہ مہتاب مصطفیٰ اپنے کلینک میں بیٹھے تھے۔ مریضوں کو دیکھنے کے دوران وقفہ کیا اور ماہ رمضان کے بابرکت ماحول سے مستفیض ہونے کے لئے تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔ یکا یک انتہا پسند مذہبی کارندوں کے حلیہ میں ملبوس دو مُلّاں کلینک میں داخل ہوئے۔ اسی بدتمیزی کو ناکافی خیال کرتے ہوئے انہوں نے ڈاکٹر مصطفیٰ صاحب سے استفسار کیا کہ کیا تم قادیانی ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہہ کر اقرار کیا۔ اس پر دونوں شریر انتہا پسندوں نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے خلاف نہایت غلیظ اور گندی زبان استعمال کرنا شروع کردی۔ انہوں نے احمدیوں پر جہاد مخالف ہونے اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے برتر سمجھنے کا الزام لگایا۔ انہوں نے دھمکی دی کہ زندہ رہنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ قادیانیت کو خیر باد کہو اور ''جیشِ محمد'' (ایک جہادی تنظیم) کے ساتھ مغرب کے خلاف جہاد میں شامل ہوجاؤ۔ قریب دس منٹ کے یہ فساد پسند مُلّاں ڈراتے، دھمکاتے اور غلیظ زبان کا ستعمال کرتے رہے۔ ان کے وہاں سے ٹل جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے قانون نافذ کرنے والے مقامی اہلکاروں کو تحریری درخواست بھیجی۔ درخواست کے جواب میں اب تک صرف تعاون کی یقین دہانی کروائی گئی ہے۔

(رپورٹ مرتبہ: آصف محمود باسط)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

دعائیہ اشعار

میرے جذبوں کو تو خود ہی جلا دے پیارے
میری بگڑی کو بھی تُو خود ہی بنا دے پیارے

میرے دامن میں گناہوں کے سوا کچھ بھی نہیں
مَیں ہو عاصی ، مجھے خود اپنا بنا لے پیارے

مَیں تو کمزور ہوں کیسے اٹھاؤں سب بوجھ
میری طاقت کو ذرا اور بڑھا دے پیارے

اپنے انوار سے دل میرا فروزاں کر دے
اپنی قربت دے ، اور اپنی لقا دے پیارے

تجھ کو پانے کی ، مومن کو ہے خواہش یا ربّ
جس سے پاؤں تجھے وہ رستہ دکھا دے پیارے

(خواجہ عبدالمومن)

غزل

لے کے انگڑائی مچلتے ہیں ، فضاؤں میں سحاب
جب ہو وہ محوِ سخن ہر سو برستی ہے شراب

دید کو عید سمجھتے ہیں اُسے روح امید
ہم گنہگار تو بس کرتے ہیں یہ کار ثواب

اس کی آنکھوں سے نہ ہم دیکھیں تو کیسے دیکھیں
کون ہے اس کے بجز نور میں لپٹا ہوا خواب

پیار نے بوجھ لی ہونے کی پہیلی اک دن
دیکھتے رہ گئے منہ اپنا ہوا اور حباب

آفتابی ہے اگر چہرہ تو مہتاب نظر
وہ ہے اک دنیا الگ اس کا نہیں کوئی جواب

کیسے سمجھائیں تمہیں وقت کی رفتار ہے وہ
وقت نے اس پہ اٹھا رکھے ہیں منزل کے حساب

موسم عشق میسّر ہی نہیں جن کو جمیلؔ
سبز کیا ان کو کرے گا کسی موسم کا شباب

(جمیل الرحمن ۔ ہالینڈ)

دعاؤں کی عادت ڈالیں اور یہی روح اپنی اولاد میں بھی پیدا کریں۔

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

کتاب

”تہتّر فرقے کیسے بنے؟“
پر ایک نظر

چوہدری ظفر اللہ خان طاہر۔ استاذ جامعہ احمدیہ ربوہ)

دوسری اور آخری قسط)

موسیٰ خان صاحب جلالزئی نے اپنی کتاب ”73 فرقے کیسے بنے“ میں اُمّت مسلمہ کے آخری دور میں تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجانے کا لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”تہتر فرقوں کے بارے میں مشہور حدیث جسے پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے موجود ہے۔ حدیث کے مطابق یعنی یہود (71) فرقوں میں تقسیم ہو گئے ،نصاری بہتّر (72) فرقوں اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔

مندرجہ بالا حدیث عبدالقادر بغدادی نے اپنی کتاب ”الفرق بین الفرق“ میں نقل کی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث مبارک میں واضح کیا ہے کہ جب بنی اسرائیل 71 فرقوں میں بٹ گئے تو میری امت 72 فرقوں میں تقسیم ہوگئی اوران میں سے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب بنی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم ہوجائیں گے تو میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی لیکن یہ سب دوزخ میں ہوں گے سوائے ایک کے جوراہ راست پر ہوں گے“۔

(صفحہ:53-54)

مصنف نے جواحادیث ترجمہ کی صورت میں درج کی ہیں ان میں کسی بنیادی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ہم یہاں قارئین کے علم کی خاطر کتب احادیث کے حوالہ جات اور مکمل متن درج کئے دیتے ہیں۔

اُمّت مسلمہ کی 73 فرقوں میں تقسیم سے متعلق احادیث کے حوالے

امّت مسلمہ کے مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے کے بارہ میں مذکورہ بالا مضمون کی احادیث درج ذیل بنیادی کتب احادیث میں درج ہیں۔

1۔سنن الترمذی کتاب الا یمان باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ حدیث 2640-2641۔

2۔سنن ابن ماجہ کتاب الفتن افتراق الامم حدیث 3991۔

3۔مسند احمد بن حنبل کتاب مسند المکثرین باب مسند انس بن مالک حدیث 12070۔

ان تین کتابوں میں چار احادیث مذکورہ بالا درج ہیں۔ان میں سے سنن الترمذی کی حدیث 2641 اور مسند احمد بن حنبل کی حدیث 12070 زیادہ تفصیلی ہیں۔ ان دونوں احادیث کومتن اور ترجمہ کے ساتھ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

❁......ترمذی میں یہ حدیث ان الفاظ میں آئی ہے:۔

عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لیأتین علی امتی مأ اتی علی بنی اسرائیل حذوالنعل بالنعل حتی ان کان منھم من أتی أمہ علانیۃ لکان فی أمتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملّۃ وتفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملّۃ کلھم فی النار الّا ملّۃ واحدۃً قالوا ومن ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی -

(سنن الترمذی کتاب الا یمان باب ماجاء فی افتراق ھذہ الا مۃ حدیث 2640-2641)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً میری امّت پر اسی طرح کے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح یہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوجائیں گے یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کوئی ایسا شخص ہوا ہوگا جس نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ طور پر بدفعلی کی ہوگی تو میری امّت میں بھی کوئی ایسا ہوگا جو ایسا ہی بدفعل کرے گا۔اور بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے مگر میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائیگی یہ سب کے سب آگ میں ہونگے سوائے ایک فرقہ کے۔ان (صحابہؓ نے) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ فرقہ ناجیہ کون سا ہوگا؟ فرمایا مَا انا عَلَیہِ واصحابی کہ یہ فرقہ ناجیہ اسی طریق پر ہوگا جس پر کہ مَیں اور میرے صحابہ قائم ہیں۔

❁......دوسری تفصیلی حدیث مسند احمد کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن أنس بن مالک أنّ رسول اللّٰہ ﷺ قال أن بنی أسرائیل تفرقت علی احدی وسبعین فرقۃ فھلکت سبعون فرقۃ وخلصت فرقۃ واحدۃ وأن أمتی ستفترق علی اثنتین وسبعین فرقۃ فتھلک أحدی و سبعین وتخلص فرقۃ قالوا یا رسو ل اللّٰہ من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ الجماعۃ۔

(مسند احمد بن حنبل کتاب باقی مسندالمشرکین باب مسند أنس بن مالک)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے ان میں سے ستر (70) فرقے ہلاک ہوگئے اور ایک فرقہ نے نجات پائی اور میری امت بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی ان میں سے اکہتر (71) فرقے ہلاک ہوجائیں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا انہوں نے کہا یارسول اللہ یہ فرقہ کونسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا الجماعۃ الجماعۃ یعنی وہ ایک جماعت ہوگی، وہ ایک جماعت ہوگی۔

ان احادیث میں درج ذیل امور بیان فرمائے گئے ہیں۔

1۔ایک دور ایسا آنے والا ہے جب امت محمدیہ اور امت موسویہ خرابیوں میں ایک دوسرے کی مثیل ہوجائیں گی۔

2۔اس دور میں امت محمدیہ بھی امت موسویہ کی طرح بہت سے فرقوں یعنی بہتر (72) یا تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔

3۔اس دور کے ان فرقوں میں سے امت محمدیہ کا بھی ایک فرقہ راہ راست پر ہوگا اور نجات یافتہ ہوگا جیسا کہ امت موسویہ میں بھی ایک فرقہ ہی نجات یافتہ ہوا تھا اور باقی سب فرقے صحیح راستہ پر نہ تھے۔

4۔نجات یافتہ اور صحیح فرقہ کی علامت اور پہچان یہ ہوگی کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے طرز عمل پر قائم ہونگے یعنی جس طرح آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ کے فرستادہ اور مأمور تھے اور آپ کے صحابہؓ کی جماعت تھی اسی طرح اس فرقہ کا رہنما اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور مأمور ہوگا۔اوراس کے ساتھ اس کے صحابہ و رفقاء کی ایک جماعت ہوگی ۔دوسری حدیث میں جو کہ مسند احمد میں ہے اسی مضمون کی تائید پائی جاتی ہے جس میں فرمایا کہ الجماعۃ الجماعۃ کہ وہ فرقہ ناجیہ ایک جماعت ہوگی۔

یہ تو ہر عقلمند پر واضح ہے کہ جماعت کے لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔اگر امام نہ ہوتو جماعت کیسی؟ غرض اس میں ایک مأمور من اللہ امام اور اس کے ساتھ ایک جماعت مومنین کے ہونے کا ذکر ہے۔

احادیث میں مذکور پیشگوئی کے دو اہم پہلو

یہ وہ احادیث ہیں جو پیشگوئی پر مشتمل ہیں ۔اگر غور سے دیکھا جائے تو ان احادیث میں دو پہلو مذکور ہیں۔

1۔اول پہلو اس کا انذاری ہے ۔اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ ایک دور میں جاکر ہر قسم کی خرابیوں کی آماجگاہ بن چکی ہوگی ہر قسم کی گمراہیاں اس میں پیدا ہو چکی ہوں گی ۔بہت فرقے بن چکے ہونگے۔

2۔دوسرا پہلو تبشیری ہے کہ مولا کریم اس اُمّت مرحومہ کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا اور یہ کبھی نہیں ہوگا کہ ساری کی ساری اُمت ہلاک ہوجائے ۔اس لئے اللہ تعالیٰ اس ہلاکت خیز دور میں بھی ایک جماعت مومنین قائم فرمائے گا۔ایک جماعت اس دور میں بھی ایسی ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر قائم رکھے گا۔

اگر ہم غور کریں تو یہ دونوں پہلو پورے ہو چکے ہیں۔

جہاں تک **انذاری پہلو** کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک اور اختلاف ہی نہیں ہے کہ امت محمدیہ میں بہت فرقے بن چکے ہیں۔ ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں۔خود موسی خان صاحب نے اس کا کہیں انکار نہیں کیا بلکہ ان کا اپنی اس کتاب کا عنوان (73 فرقے کیسے بنے؟) تجویز کرنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس امر کو قبول کرتے ہیں کہ امت محمدیہ میں 73 فرقے بن چکے ہیں۔مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ 55، 56 پر پورے 73 فرقوں کے نام درج کیے ہیں۔اور پھر لکھا ہے کہ:

”اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث رسول ﷺ میں صحیح اشارہ دیا ہے“۔ (صفحہ:56)

اس کے بعد مصنف نے اپنی کتاب میں چند معروف فرقوں کا کچھ تفصیلی تعارف بھی دیا ہے۔

علاوہ ازیں محققین جو مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بھی اس پیشگوئی کے اس انذاری پہلو کے پورا ہوجانے کو قبول کیا ہے۔چنانچہ اہل حدیث فرقہ کے مشہور رہنما نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے نواب نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”اب اسلام کا صرف نام قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہی لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔“(نواب نورالحسن خان،اقتراب الساعۃ، صفحہ12:مطبوعہ:1301ھ:مطبع مفید عام آگرہ)

دیوبندی عالم احراری لیڈر مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”ان میں سے کوئی نحوست اور ہلاکی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنی کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امت میں نہ پھیل چکی ہو۔اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں بھی وہ سب اٹھائے حتی کہ لَوْ دَخَلُوْا جحَر ضَب لدخلتموہ کا وقت بھی گزر چکا“۔

(ابوالکلام آزاد؛ تذکرہ ؛طبع دوم278؛ناشر کتابی دنیا لاہور تاریخ تالیف اکتوبر 1919ء)

علامہ اقبال کہتے ہیں ؂

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(علامہ محمد اقبال:بانگ درا:طبع اول ستمبر 1924ء:مطبوعہ10/ اگست 1948، صفحہ226)

اس لئے اس پہلو پر بہت لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ قریباً تمام اُمّت مسلمہ اس کے ظاہر ہونے پر اتفاق رکھتی ہے۔

جہاں تک اس پیشگوئی کے دوسرے پہلو یعنی **تبشیری پہلو** کا تعلق ہے تو اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ:

”جہاں تک سوائے ایک کا تعلق ہے تو اسلامی ممالک اور خصوصاً پاکستان اور افغانستان میں ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو اس گروہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اوردلیل یہ دیتے ہیں کہ صرف ہمارا اس گروہ سے تعلق ہے باقی سب کافر ہیں“۔ (صفحہ54)

اس بیان سے واضح ہے کہ مصنف نے اس بات کو قبول کرلیا ہے کہ:

(ا) ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اس حدیث کو صحیح اور سچا سمجھتے ہیں۔

(۲) چونکہ تمام مسلمان کسی نہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اس کے مطابق یہ کہنا درست ہے کہ تمام مسلمان اس حدیث کو صحیح اور درست مانتے ہیں۔

مصنف کے نزدیک کوئی جماعت بھی ”جماعت نیکاں“ نہیں

اس کے بعد مصنف نے اہل سنت ،اہل حدیث ، دیوبندی،شیعہ،اور جماعت احمدیہ کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ اپنے فرقہ کو سچا مسلمان اور دوسرے کو گمراہ قرار دیتا ہے۔پھر مصنف نے لکھا ہے:

”جہاں تک راست گوئی اور صحیح راستہ پر چلنے کا تعلق ہے تو ان میں سے **ایک بھی جماعت اس قابل نہیں ہے**

کہ اسے جماعت نیکاں کہا جائے کیوں کہ ان تمام جماعتوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان اور علماء اسلام سے مخلص نہیں ہیں"۔(صفحہ54)

اس بیان پر ایک ذی شعور انسان صرف اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآاِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہی پڑھ سکتا ہے۔غور کرنے کی بات ہے کہ خود مصنف حدیث مذکورہ بالا کو درست اور صحیح مانتا ہے اس کے ایک پہلو یعنی انذاری پہلو کا ظاہر ہونا قبول کرتا ہے مگر جب اس کے دوسرے پہلو کا یعنی تبشیری پہلو کا ذکر آتا ہے تو اس سے سراسر انکاری ہو جاتا ہے۔گویا اللہ کا رسول ﷺ تو ہمیں یہ نوید دیتا ہے کہ جب یہ حالات پیدا ہو جائیں تو مایوس نہ ہونا بلکہ فرقہ ناجیہ کی تلاش کرنا۔ایک فرقہ لازماً سچا ہوگا تم اس فرقہ حقہ کے ساتھ ہو جانا۔مگر موسیٰ خان صاحب ہر قسم کے خوف خدا کو ایک طرف رکھ کر قول رسول، فرمان نبی ﷺ کے خلاف یہ بیان فرماتے ہیں کہ کوئی ایک فرقہ بھی ناجی نہیں، راہ راست پر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآاِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔جب انسان ایسے امور پر غفلت کی نظر ڈالتا ہے یا پھر تعصب درمیان میں آجاتا ہے تو اس قسم کی آراء ہی ظہور پذیر ہوا کرتی ہیں۔موسیٰ صاحب کو کم از کم اتنا خوف خدا تو ہونا چاہئے تھا، اُمّت مرحومہ محمدیہ کے ساتھ اتنی محبت تو ہونی چاہئے تھی، اتنی غیرت تو ہونی چاہئے تھی کہ وہ اتنا اظہار تو ضرور کر دیتے کہ اس حدیث میں امت موسویہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ کے ناجی ہونے کا ذکر ہے تو اس امت محمدیہّ مرحومہ میں سے بھی کوئی ایک فرقہ لازماً سچا ہے کیونکہ ساری کی ساری امت گمراہ نہیں ہوسکتی۔مگر وائے افسوس! کہاں ہیں وہ لوگ جو اس امت مرحومہ کے درد سے بلبلا اُٹھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو اس اُمّت کو كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ(آل عمران:111) میں خیر اُمّت قرار دے مگر موسیٰ صاحب یہ فرمائیں کہ اس اُمّت میں کوئی فرقہ نیکاں نہیں۔ اہل نظر انصاف فرمائیں! کیا ایسی امت کو خیر اُمّت کہا جاسکتا ہے جو ساری کی ساری ہی گمراہ ہو چکی ہو اور کوئی ایک گروہ بھی نیک نہ ہو؟

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں، تمام انبیاء کے سردار ہیں۔کیا آپؐ کی شان مبارک اس سے داغدار نہیں ہوتی کہ آپؐ کی تیار کردہ اُمّت میں، آپ کی طرف منسوب ہونے والی ملت میں سے کوئی ایک گروہ بھی نیک نہ ہو؟ کیا ایسا استاد کامل کہلاسکتا ہے جس کے تمام شاگرد فیل ہو جائیں؟ کیا وہ پیر کامل کہلاسکتا ہے جس کے تمام مرید گمراہ ہوں؟

اِس اُمّت پر کبھی ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ نیک لوگوں سے کلیۃً خالی ہو جائے۔ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے جو کچھ خدا سے خبر پا کر بیان فرمایا وہی سچ ہے کہ ایک فرقہ ضرور ایسا ہے کہ جو حق پر ہے ناجی ہے اور راہ راست پر ہے۔یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم اس کو پہچان نہ سکیں۔

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

نجات یافتہ جماعت کی پہچان کیسے ہو؟

مصنف کے مذکورہ بالا بیان کے بعد ہر قاری کے ذہن میں لازماً یہ سوال آتا ہے کہ اگر کوئی فرقہ بھی صحیح اور راہ راست پر نہیں تو پھر ایک مسلمان کیا کرے؟ نجات کیسے حاصل کرے؟ صحیح راستہ کا پتہ کیسے چلائے؟

مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ:

"ہمارے لیے حق یہ ہے کہ صرف کتاب وسنت پر چلیں اور ایسے گروہ کے ساتھ چلیں جو اسی مسلک کا حامل ہو"۔

(صفحہ:127)

قارئین کرام غور فرمائیں! کیا اس جواب سے سائل کا قلب وذہن تسلی پاسکتا ہے؟ اصل معاملہ تو یہی تھا کہ ستّر (70) سے زائد فرقے ہو چکے ہیں اور ہر فرقہ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کا مدعی ہے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ اور بقول موسیٰ صاحب جب کوئی بھی 'فرقہ نیکاں' نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اُن میں سے کس فرقہ کے ساتھ شامل ہوا جائے یا نیا فرقہ بنایا جائے؟ کوئی بھی صورت ہو مصنف کو اسکا تفصیلی جواب دینا چاہئے تھا۔

اگر ان کا مشورہ یہ ہے کہ پہلے سے موجود فرقوں میں سے کسی فرقہ میں شامل ہوا جائے تو اول تو وہ خود ہی کسی بھی فرقہ کے 'فرقہ نیکاں' ہونے سے انکاری ہیں تو کیا یہ مشورہ کہ پہلے سے موجود فرقوں میں سے کسی میں شامل ہوا جائے اس کے مترادف نہیں کہ 'فرقہ بداں' کے ساتھ شامل ہوا جائے۔کیا یہ مشورہ صحیح اور دیانتدارانہ ہوسکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ جس فرقہ میں بھی شامل ہونے کا مشورہ مصنف نے دینا تھا اس کی حقانیت کے دلائل درج کرتے۔

اور اگر نیا فرقہ بنانے کا مشورہ دینا تھا تو پھر یا تو خود ہمّت کرتے اور نیا فرقہ بناتے یا کم از کم نئے فرقہ کے ایسے اصول وضوابط کا ذکر فرما دیتے جو پہلے سے موجود فرقوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں۔

مگر افسوس مصنف نے ان ہر دو امکانی پہلوؤں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کیا اور ان ہر دو امور سے پہلو تہی کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ ان کے پاس درحقیقت اس کا کوئی حل موجود نہیں اور یہی حقیقت ہے۔کیونکہ ان حالات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حل نجات اور کامیابی کا بیان فرمایا تھا اس سے صرفِ نظر کیا جا رہا ہے اور اس حل کو ماننے کے لئے مصنف تیار نہیں ہے۔اس کا نتیجہ سوائے گمراہی اور غلط نتائج اخذ کرنے کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

موسیٰ صاحب کو غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس ظلماتی زمانہ میں جب کہ اُمّت محمدیہ کی خرابی کی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں تو پھر اس کی نجات اور اصلاح کے متعلق پیشگوئیاں پوری نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کیا خدا تعالیٰ اس قدر ظالم ہے کہ بیماریاں تو پیدا ہونے دے مگر ان کا علاج نہ کرے؟ گمراہیاں تو آنے دے مگر ان کا تریاق پیدا نہ کرے؟ کیا وہ خدا جس نے اس پیشگوئی کے ایک پہلو کو یعنی انذاری پہلو کو پورا ہونے دیا اس نے دوسرے پہلو کو جو تبشیری پہلو ہے اس کو کیوں ظاہر نہ فرمایا؟

اور اگر مصنف کے اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس قرآن ہے حدیث ہے تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے اور بس یہی اس کا علاج ہے تو پہلے سے موجود تمام فرقے کیا یہی دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ قرآن وسنت پر عامل ہیں؟ پھر آپ کے اس مشورہ کا کیا فائدہ ہوگا؟

دوسرے یہ کہ آنحضرت ﷺ نے یہاں پر بنی اسرائیل کے حالات کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ان کے حالات وواقعات پر غور کرنے سے تمہیں اس کا حل مل جائیگا۔

آپ نے تاریخ کا مطالعہ یقیناً کیا ہوگا۔کیا آپ نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل میں توریت کی موجودگی کے باوجود فرقے بنے اور گمراہیاں آئیں۔اور اس زمانہ کے مذہبی یہودی رہنما اسی امر کے مدعی تھے کہ ہمارے پاس کتاب ہدایت موجود ہے ہمیں کسی اور رہنما کی ضرورت نہیں ہے؟ دیکھئے اللہ تعالیٰ سورۃ المائدۃ آیت 45 میں فرماتا ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ (المائدہ: 45) یعنی یقیناً ہم نے توراۃ نازل کی تھی اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا۔اس کتاب ہدایت ونور کے باوجود فرمایا يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (المائدہ:45) اللہ تعالیٰ نے ان میں انبیاء کو بھجوایا جو کہ اس کتاب کے ذریعہ ان میں ہونے والے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے۔اس مقام پر يَحْكُمُ کا لفظ اختیار فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ وہ انبیاء ان میں بطور حکم آیا کرتے تھے اور یہ واضح ہے کہ حکم کی ضرورت ہی اس وقت ہوتی ہے جب جھگڑا پیدا ہو جائے اور ہر گروہ اپنے آپ کو درست اور دوسرے کو غلط قرار دے۔

اس آیت کریمہ سے ہمیں یہ اصولی رہنمائی ملتی ہے کہ جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے نبی بھجوایا کرتا ہے وہ نبی پہلے سے موجود کتاب کی روشنی میں فیصلے کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔اسی اصول اور حکمت کے تحت ہمارے آقا و مولیٰ رسول کریم ﷺ نے اُمّت محمدیہ کی خرابی کے اس دور میں جس عظیم مصلح کے آنے کی خبر دی اس کے بارہ میں فرمایا وہ حکم وعدل ہوگا۔

(بخاری: کتاب الانبیاء: باب نزول عیسی بن مریم)

پس قرآن مجید نے يَحْكُمُ کا لفظ استعمال فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے اسی مادہ سے نکلنے والا لفظ حَكَم استعمال فرما کر یہ نکتہ سمجھا دیا کہ جیسے بنی اسرائیل میں یہ کام اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرتے رہے اسی طرح جب اُمّت محمدیہ میں ویسے ہی حالات پیدا ہو جائیں گے تو یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ مسیح نَبِيُّ اللّٰہ کو بھجوا دے گا۔صحیح مسلم میں واضح طور پر اس آنے والے موعود کو چار مرتبہ نبی اللہ بیان فرمایا گیا ہے۔

(مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

امت کی حالت زار کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیح ومہدی کے ظہور کی بشارت اور علماء اسلام کی طرف سے اس کے ظہور کا انتظار

اس سے واضح ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ان ہلاکت خیز حالات میں مسیح موعود ومہدی موعود کے ظہور کا ذکر فرمایا ہے۔اور آپ کے بابرکت وجود کو ہی ہلاکتوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔اور یہ ایسا امر ہے کہ جس پر امت محمدیہ کا تواتر کے ساتھ ایمان چلا آرہا ہے۔

❁......چنانچہ مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"اگر ان میں سے کسی بزرگ کو چند لمحوں کے لئے قوم کی حالت زار پر توجہ بھی ہوتی تھی تو یہ کہہ کر خود اپنے اور اپنے معتقدین کے دلوں کو تسکین دے دیتے تھے کہ اب ہماری تمہاری کوششوں سے کیا ہوسکتا ہے؟ اب تو قیامت قریب ہے اور مسلمانوں کی تباہی لازمی۔سارے کاموں کو حضرت امام مہدیؑ کے نکلنے کی انتظار میں ملتوی کر دینا چاہئے۔اس وقت ساری دنیا خود بخود مسلمانوں کے لئے خالی ہو جائے گی۔" (ابوالکلام آزاد: تذکرہ: طبع دوم: ص:۱۰:۱۱ اکتوبر:۱۹۱۹: ناشر کتابی دنیا لاہور)

❁......شیعہ عالم محمد سبطین السرسوی لکھتے ہیں:

"وجود امام آخر الزمان کا منکر تمام انبیاء واوصیاء کا منکر ہے اور یہی قول پیغمبر سے بھی ثابت ہے"۔

(سید محمد سبطین السرسوی: الصراط السوی فی احوال المہدی: باب اول: ص:۵۰: شائع کردہ امامیہ کتب خانہ لاہور پاکستان)

افسوس تو اس پر ہے کہ موسیٰ صاحب نہ تو آنحضرت ﷺ کے بیان فرمودہ اس ذریعۂ علاج کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس طریق کو اپنانا چاہتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے ایک ایسا نیا طریق تجویز کرتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ خدا اور رسول ﷺ کے بیان فرمودہ طریق کے خلاف ہے بلکہ عملاً بیسود بھی ہے۔

ہمارے لئے حق یہی ہے کہ ہم اس معاملہ میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف رہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے رجوع کریں، نہ یہ کہ اپنی ناقص اور خام عقل کے ذریعہ نئے طریق تجویز کرنا شروع کر دیں۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہی ہدایت دی ہے کہ جب بھی تمہارے اندر جھگڑا پیدا ہو تو اس معاملہ کے حل کے لئے اس کو اللہ اور رسول کے دربار میں لے جاؤ۔زیر نظر معاملہ کے سلسلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو ہماری رہنمائی فرمائی ہے وہ اوپر درج کی جاچکی ہے۔مگر افسوس کہ موسیٰ صاحب اس طرف آنا نہیں چاہتے بلکہ انہوں نے قارئین کے ذہنوں کو اور طرف منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ یہ باور کروا سکیں کہ امت محمدیہ میں فرقہ بندی ہوئی ہی نہیں ہے اور اس امت میں ابھی تک وہ حالات ہی پیدا نہیں ہوئے جن میں اس مصلح من اللہ نے آنا ہے۔وہ یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں جتنے فرقے نظر آتے ہیں وہ تو صرف معمولی فقہی اختلافات کی بنا پر ہیں اس لئے درحقیقت یہ فرقے ہیں ہی نہیں۔اصل فرقے جو بنے ہیں وہ تو وہ ہیں جنہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔اور اس فہرست میں جماعت احمدیہ کو بھی شامل کر دیا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"دین میں تفرقہ درحقیقت عقیدہ ختم نبوت سے انحراف یا بالفاظ دیگر ختم نبوت کی مہر توڑنے سے ہوگا جیسا کہ بعض جماعتوں کی طرف سے اس تفرقہ کا مظاہرہ ہوا ہے خواہ وہ بہائی ہوں قادیانی ہوں یا لاہوری یہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔جو لوگ کتاب اور سنت پر قائم رہیں ان میں تفرقے کا امکان نہیں رہتا البتہ ان کے مابین فقہی ومسلکی اختلاف ہوسکتا ہے اور یہ اختلاف امت میں صدیوں سے موجود ہے۔کتاب وسنت سے استنباط واستخراج کے اصولوں کا نام ہی تو "اصول فقہ" ہے یوں طریق استنباط میں راجح اور مرجوح کے تفاوت کی بنیاد پر اختلاف ہوگا لیکن جب تک کتاب وسنت کے مسلّمات اپنی جگہ قائم ہیں تفرقہ نہیں ہو گا۔گویا تفرقہ کی اصل بنیاد صرف ختم نبوت کی مہر کو توڑنا ہے"۔

(صفحہ:129)

مصنف کی تضاد بیانی اور ذہنی الجھاؤ

یہ وہ خلاصہ ہے جو مصنف کے اپنے ہی الفاظ میں درج کر دیا گیا ہے۔اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ موسیٰ

باقی صفحہ نمبر8 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اس زمانے میں جبکہ ہر ایک نے بہت سے ربّ بنائے ہوئے ہیں ہر احمدی کو چاہئے کہ ہمیشہ رَبُّنَا اللّٰہ کو اپنے ذہن میں دہراتا رہے۔

خود مسلمانوں نے زمانے کے امام کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کو محدود کر دیا ہے۔

ایک مومن بندے کو چاہئے کہ وہ اس ذات کی طرف متوجہ ہو جس کے انعاموں اور احسانوں کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کی وجہ سے اس کے ایسے عبادت گزار بنیں اور اس کی ایسی عبادت کریں جو روح کے جوش سے ہو رہی ہو ایسی عبادت جس میں ایک کشش ہو۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربُّ العالَمِین کے مختلف معانی کا پرمعارف تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 24/نومبر 2006ء بمطابق 24/نبوت 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ-

گزشتہ خطبے میں مَیں نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربّ کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے کچھ وضاحت کی تھی اور آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھا تھا، اسی مضمون کو آج بھی جاری رکھوں گا۔ اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ربّ العالمین کی صفت کی جو وضاحت فرمائی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس میں تمام صفات جمع ہیں، وہ بھی جن کا ہمیں علم ہے اور وہ بھی جن کا ہمیں علم نہیں اور یہ تمام صفات انتہائی نقطۂ کمال تک پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ ہر نقص سے پاک ہے اور حسن و احسان کے اعلیٰ نقطے پر پہنچا ہوا ہے جو اس کی صفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حُسن اور احسان خوبصورتی کے اُس اعلیٰ نقطہ تک پہنچا ہوا ہے کہ جس کا انسان احاطہ نہیں کر سکتا۔ ربّ العالمین کے بندے پر جو انعامات اور فضل ہیں یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی دین ہیں نہ کہ بندے کا کمال، یہ ایک ایسا احسان ہے جس کا مقابلہ تو کیا احاطہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ احسان کی یہ صفت ربّ العالمین کے اظہار سے ظاہر فرمائی ہے اور اس صفتِ ربوبیت سے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق جو اس کائنات میں موجود ہے، جسے ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے، جو سائنس دانوں کے علم میں آئی ہے یا نہیں آئی، یہ سب فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اگر انسان اپنے پر ہی نظر ڈالے تو روزمرہ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات نظر آتے ہیں۔ کئی واقعات ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان ایسے تجربات سے گزرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور احسان کی وجہ سے اس واقعہ کے بدنتائج سے محفوظ رہتا ہے۔ کئی لوگوں کے ساتھ حادثات ہوتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ ایسا حادثہ ہوا ہے اور کار کا اس طرح حال ہوا تھا کہ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس حالت میں اندر بیٹھی ہوئی سواریاں بچ کس طرح گئیں؟ خراش تک نہیں آئی اور صحیح سالم باہر آ گئیں۔ تو ہر ایک کے ساتھ ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی غانا میں کئی ایسے واقعات ہوئے جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی صفت ربّ پر یقین بڑھتا ہے، بعض دفعہ وہاں کے حالات ایسے خراب ہوتے تھے کہ بہت ساری ضرورت کی چیزیں مہیا نہیں ہو سکتی تھیں لیکن حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہمارا اور بچوں کا سامان کرتا رہا، پرورش فرماتا رہا، بہت سارے مواقع پر خطرناک حالات سے محفوظ رکھا۔ اس کے علاوہ بھی زندگی میں کئی مواقع آتے ہیں اور یہ ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر ہر ایک اپنے پر نظر ڈالے تو اللہ تعالیٰ کی صفت ربّ ہی ہے جو بہت ساری باتوں سے اسے محفوظ رکھتی ہے، بچاتی ہے، اس کی پرورش کرتی ہے اور جس کے احسانوں کے نیچے انسان دبا ہوا ہے۔

ربّ العالمین صرف مشکل سے ہی نہیں نکال رہا بلکہ احسان یہ ہے کہ اس کے ساتھ انعامات کی بارش بھی ہو رہی ہے۔ صرف تکلیف دُور کرنے کا احسان نہیں ہے بلکہ انعامات سے نوازنے کا احسان بھی ہے۔ اگر دل مردہ نہ ہو جائیں اور احساس مر نہ جائیں تو انسان اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور ربوبیت کا کبھی شمار نہیں کر سکتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں توجہ دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے ساتھ یہ اعلیٰ نقطہ پر پہنچا ہوا احسان کا جو سلوک ہے، یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے اور ایک مومن بندے کی اس طرف توجہ ہونی چاہئے کہ وہ اس ذات کی طرف کھنچے اور متوجہ ہو جس کے انعاموں اور احسانوں کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کی وجہ سے اس کے ایسے عبادتگزار بنیں اور اس کی ایسی عبادت کریں جو روح کے جوش سے ہو رہی ہو ایسی عبادت ہو جس میں ایک کشش ہو، صرف خانہ پُری والی عبادت نہ ہو۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے شکرانے کا اظہار جو ایک مومن بندے کی طرف سے ہونا چاہئے۔

اس مضمون کے مختلف پہلو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کہاں کہاں اور کس طرح کام کرتی ہے۔ بیشمار جگہ پر اس کا ذکر ہے۔ احادیث سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندے کو نوازتا ہے۔ پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مختلف زاویوں سے ہمیں کھول کر بتایا ہے کہ اس صفت کے تحت اللہ تعالیٰ کتنے احسانات اور انعامات سے نواز رہا ہے۔

پرانے مفسرین میں علّامہ رازی کی بھی اچھی تفسیر ہے۔ انہوں نے اس بات کی جو تفسیر کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ثابت کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے اس وجہ سے کہ وہی ہے جو ہر چیز کو جب تک وہ برقرار اور باقی ہے، بقا عطا کر رہا ہے۔ یعنی وہی قائم رکھتا ہے، وہی سہارا دیتا ہے، صحیح راستے پر ڈالتا ہے، کسی بھی چیز کی بقا کے لئے جو کچھ ضروری ہے وہ مہیا فرما رہا ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ مُرَبّی یعنی پرورش اور تربیت کرنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اس غرض سے پرورش اور تربیت کرتے ہیں تا وہ مُرَبّی خود اس سے فائدہ اٹھائے۔ یعنی تربیت کرنے والا خود اُس سے فائدہ اٹھائے جس کی وہ تربیت کر رہا ہے۔ دوسرے وہ جو اس غرض سے پرورش کرتے ہیں تا وہ شخص جس کی پرورش کی جا رہی ہے وہ فائدہ حاصل کر سکے، (ذاتی فائدہ نہ ہو بلکہ دوسرے کے فائدہ کے لئے) تو کہتے ہیں کہ مخلوقات میں سے سب کی تربیت و پرورش پہلی قسم کی ذیل میں آتی ہے کہ انسان اگر کسی کی پرورش کر رہا ہے تو اس لئے کر رہا ہے تا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ کیونکہ وہ دوسرے کی پرورش اور تربیت اس مقصد سے کرتے ہیں تا اس سے خود بھی فائدہ اٹھائیں خواہ یہ فائدہ از قسم جزا ہو یا تعریف و مدح میں ہو۔ یعنی چاہے اس سے ایسا فائدہ پہنچ رہا ہو جو ظاہری و مادی فائدہ ہو یا اس لئے کسی کو رکھا ہو۔ بعضوں نے اپنے ساتھ لوگ رکھے ہوتے ہیں، تعریف کرنے کے لئے حوالی موالی اکٹھے کئے ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری قسم کا مربّی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو! مَیں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا تا کہ تم مجھ سے فائدہ حاصل کرو نہ کہ اس غرض سے کہ مَیں تم سے فائدہ اٹھاؤں۔ پس اللہ تعالیٰ دیگر تمام

پرورش کرنے والوں اور احسان کرنے والوں کے برخلاف پرورش وتربیت کرتا اور احسان فرماتا ہے۔

پھر وہ آگے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کی ربوبیت کئی جہتوں سے مختلف ہوتی ہے۔ایک فرق تو یہ بیان کر دیا جو مَیں نے پہلے پڑھا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ کوئی بھی غیر اللہ جب کسی کی تربیت کرتا ہے تو جتنی اس کی تربیت کرنا چاہے اس کے خزانے میں اتنی کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نقصان اور کمی کے عیب سے بہت بلند و بالا ہے۔جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔وَاِنْ مِّن شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر:22)

پھر تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو دیگر محسن ہیں جب کوئی محتاج ان کے سامنے اپنی ضرورت کے لئے اصرار کرے تو ناراض ہو جاتے ہیں اور اس غریب،ضد کرنے والے کو اپنی عطا سے محروم کر دیتے ہیں۔جبکہ اللہ تعالیٰ کا سلوک اس سے برعکس ہے۔جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْمُلَحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو دعا میں الحاح اور تکرار کرتے ہیں۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ ماسوی اللہ محسنین ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک ان سے مانگا نہ جائے وہ نہیں دیتے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو کسی سوال کرنے والے کے سوال سے قبل ہی عطا کر دیتا ہے۔چنانچہ دیکھ لیں جب آپ ماں کے پیٹ میں جنین تھے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش کی اور اس وقت بھی کی کہ جب آپ عقل سے عاری تھے اور سوال کر ہی نہیں سکتے تھے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی آپ کی حفاظت کی اور احسان فرمایا جبکہ آپ عقل وہدایت سے محروم تھے۔

پانچویں بات یہ کہ ماسوی اللہ محسن کا احسان اس محسن کے فقر،غیر حاضری یا موت کی وجہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔یعنی جو احسان کرنے والا ہے اگر اس کے حالات خراب ہو جائیں یا موجود نہ ہو یا مر جائے تو احسان ختم ہو گیا جبکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا سلسلہ تو کسی صورت میں منقطع نہیں ہوتا۔

پھر یہ کہ اللہ کے سوا محسن کا احسان دیگر قوموں کو چھوڑتے ہوئے صرف کسی ایک قوم تک محدود ہوتا ہے،اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ علی العموم تمام عالم کو اپنے احسان سے نوازے جبکہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور تربیت کا فیض ہر ایک وجود تک پہنچ رہا ہے۔جیسا کہ فرمایا رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف: 157) کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔

یہ تمام امور ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رَبُّ الْعَالَمِیْن اور تمام مخلوقات کو اپنے احسان کا فیض پہنچانے والا ہے۔اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فرمایا ہے۔پس جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جسمانی فائدہ پہنچا رہا ہوتا ہے وہاں روحانی فائدہ بھی پہنچاتا ہے۔اور صرف یہی نہیں کہ جسمانی فوائد ہی دے رہا ہے بلکہ مختلف قوموں میں،مختلف جگہوں پر،مختلف حالات میں اللہ تعالیٰ مصلح اور نبی بھیجتا رہتا ہے تا کہ انسانوں کی تربیت بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ صفت ربّ،ربوبیت اور تربیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔آخری سورتوں میں صفت ربّ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے آئندہ آنے والے زمانے میں بھی انسان کی تربیت کا وسیلہ بنایا ہے۔جیسا کہ وہ ماقبل بھی انسان کی تربیت کرتا چلا آ رہا ہے۔یا گویا بندوں کی زبان سے کہا گیا ہے کہ اے میرے اللہ تربیت واحسان تیرا کام ہے،پس تو مجھے فراموش نہ کرنا اور میری امید کو نامراد نہ کرنا۔

سورہ اَلْفَلَقْ اور اَلنَّاس کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ اس میں صفت ربّ کا ذکر یہ بتانے کے لئے کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وہ ذات ہے جس کی ربوبیت اور احسان،اے بندے! تجھ سے کبھی بھی منقطع نہ ہوگی۔پس یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آئندہ بھی نبوت کا راستہ کھلا ہے مصلح کا راستہ کھلا ہے،جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تربیت کے لئے مبعوث فرماتا ہے،جس کو دوسرے مسلمان نہیں مانتے۔تو ربّ کی صفت پہ اگر یقین ہو اور ایمان ہو تو پھر اس بات پر بھی یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نبی بھیج سکتا ہے جبکہ ہمارے دوسرے دوست کہتے ہیں کہ نہیں بھیجتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام دنیا کا خدا ہے۔اور جس طرح اس نے تمام قسم کی مخلوق کے واسطے ظاہری جسمانی ضروریات اور تربیت کے مواد اور سامان بلاکسی امتیاز کے مشترک طور پر پیدا کئے ہیں اور ہمارے اصول کے رُو سے وہ ربّ العالمین ہے اور اس نے اناج،ہوا،پانی، روشنی وغیرہ سامان تمام مخلوق کے واسطے بنائے ہیں اسی طرح وہ ہر ایک زمانے میں ہر ایک قوم کی اصلاح کے واسطے وقتاً فوقتاً مصلح بھیجتا رہا ہے۔جیسے علامہ رازی نے بھی لکھا تھا کہ سوال کرنے والے کے سوال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ جب دیکھ لیتا ہے کہ دنیا بگڑ رہی ہے،حالات خراب ہو رہے ہیں تو اس وقت مصلح بھیج دیتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جن قوموں یا مذہبوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی کو خاص کیا ہوا ہے جیسا کہ (اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں آریوں کا اور یہودیوں یا عیسائیوں کا ذکر کیا ہے) ان کا خیال یہ ہے کہ صرف انہیں میں ہی مصلح آ سکتے ہیں،انہیں میں نیک لوگ پیدا ہو سکتے ہیں،انہیں میں نبی آ سکتے ہیں،اسرائیلیوں سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کو تمام جہانوں کا ربّ نہیں سمجھتے لیکن اسلام کے خدا کا تصور ربّ العالمین کا ہے،اس لئے قرآن کریم کی ابتداء ہی اس لفظ سے ہے۔

آپ فرماتے ہیں:’’پس ان عقائد کے ردّ کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن اور جابجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے اُن کے مناسب حال ان کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے۔وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر:25) کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا‘‘۔فرمایا کہ’’سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا ربّ ہے اور تمام مکانوں کا ربّ ہے‘‘۔ہر جگہ کا،ہر ملک کا ربّ ہے۔’’اور تمام ملکوں کا وہی ربّ ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتے ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھیرایا۔‘‘

(پیغام صلح ۔روحانی خزائن جلد 23صفحہ 442,441)

پس اس زمانے میں ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے نتیجہ میں ہمیں یہ فیض ملا۔اس سے ہم پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگ میں اپنی اس صفت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبے میں بھی ذکر کیا تھا کہ بیسیوں جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت ربّ کا ذکر فرمایا ہے اور مومنوں کو مختلف طریقوں سے یہ احساس دلایا ہے اور واضح فرمایا ہے کہ تمہاری بقا اور تمہاری سلامتی چاہے وہ جسمانی ہو یا روحانی ہو،اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ سب میری ذات سے وابستہ ہے،مَیں جو تمہارا ربّ ہوں اس لئے ہمیشہ میری طرف جھکو اور مجھ سے مانگتے رہو۔

فرمایا کہ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (المومن :61) اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو مَیں تمہیں جواب دوں گا۔یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ یاد رکھو تمہاری ضروریات کو پورا کرنے والا مَیں ہوں۔اب تک جو کچھ تمہیں ملا اور تم نے زندگی گزاری وہ میرے احسانوں کی وجہ سے تھا،میرے انعاموں کی وجہ سے تھا۔اس لئے ہمیشہ یاد رکھو کہ کسی اور کے حضور نہیں جھکنا بلکہ ذہن میں ہمیشہ یہ رہنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات ہیں جو ہمارا ربّ ہے،اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیشہ مجھے پکارو مَیں دعائیں سننے والا ہوں، اپنی ضروریات میرے حضور پیش کرو مَیں ان کو پوری کروں گا۔پس اگر میری عبادت نہیں کرو گے تو صفت ربوبیت کی وجہ سے جو دنیاوی ضرورتیں اللہ تعالیٰ پوری کر رہا ہے وہ کرتا رہے گا لیکن پھر قیامت والے دن ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔اس لئے فرمایا ہمیشہ عبادت کی طرف توجہ دو۔

پھر فرماتا ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ (المومن:62) کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات کو بنایا تا کہ تم اس میں تسکین پاؤ اور دن کو دکھانے والا بنایا یقیناً اللہ لوگوں پر بہت فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر انسان شکر نہیں کرتے۔

پچھلی آیت سے آگے یہ آیت ہے۔اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں شکر گزاری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنی صفت ربوبیت کے تحت ہماری تسکین کے لئے کتنے سامان ہمارے لئے مہیا فرمائے

ہیں۔ پس یہ سب کچھ تقاضا کرتا ہے کہ اس کا شکرگزار بندہ بنا جائے۔ فرمایا دن اور رات بنا کر تمہارے کام اور آرام کے لئے آسانیاں پیدا کر دی ہیں، وقت کی تعیین کر دی۔ اگر کام اور آرام کے لئے تمہاری فطرت میں بعض باتیں رکھی تھیں تو وہ حالات بھی پیدا فرما دیئے ہیں جن سے تم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکو، ان پر غور کرو اور شکرگزار بندوں میں سے بنو۔

پھر فرمایا ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (المومن:63) یہ ہے اللہ، تمہارا ربّ، ہر چیز کا خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔

پھر دوبارہ وہی فرمایا کہ اتنے احسانات ہیں جن کو تم گن نہیں سکتے۔ پس یاد رکھو کہ شکرگزار بندے بنتے ہوئے، اس کے آگے جھکتے ہوئے اسی کی عبادت کرنی ہے۔ اس سے مانگنے کے لئے کسی اور ربّ کی تلاش نہ کرو۔ شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے ربّ کے حکموں کی نافرمانی نہ کرو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ وہی ایک معبود ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ورنہ تم اگر کسی اور کو معبود سمجھ رہے ہو تو پھر بھٹکتے پھرو گے۔

پھر فرمایا کَذٰلِکَ یُؤْفَکُ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ (المومن:64) اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (المومن: 65) یعنی اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور آسمان کو تمہاری بقا کا موجب بنایا اور اس نے تمہیں صورت بخشی اور تمہاری صورتوں کو بہت اچھا بنایا اور تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا یہ ہے اللہ تمہارا ربّ۔ پس ایک وہی اللہ برکت والا ثابت ہوا جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

پس کسی کے بہکاوے میں آنے کی بجائے اس خدا سے تعلق جوڑو جس نے تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہاری بقا کے سامان پیدا فرمائے۔ زمین و آسمان کی بے شمار مخلوق تمہاری خدمت کے لئے لگائی۔ تمہیں خوبصورت شکل عطا کی، تمہیں رزق بخشا۔ یہ سب چیزیں، یہ سب باتیں تمہیں اس طرف توجہ دلاتی رہیں کہ تمہارا ایک ربّ ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے، اس کے آگے جھکے رہو گے تو انعامات میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔ شکرگزار بندے بنو گے تو اور اضافہ ہوگا، اَور ملے گا، تمہاری جسمانی اور روحانی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی۔

پھر فرمایا ھُوَالْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (المومن :66) وہی زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اُسے پکارو۔ کامل تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

تو یہ ساری آیتیں لگاتار اسی طرف توجہ دلا رہی ہیں، ایک ہی سورۃ کی آیتیں ہیں اور ترتیب وار ہیں۔ پھر دوبارہ اسی پر زور دے رہا ہے، فرماتا ہے کہ ان جسمانی اور روحانی نعمتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھو اور ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالص ہو کر اللہ کی عبادت کرو کیونکہ وہی زندہ خدا ہے، باقی ہر چیز کو فنا ہے۔ پس دنیا کی فانی چیزوں کے پیچھے نہ دوڑو بلکہ اس زندہ خدا سے تعلق جوڑو جو کل کائنات کا ربّ ہے کیونکہ اسی میں تمہاری روحانی اور جسمانی بقا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ بار بار ہمیں جن مختلف انعاموں اور احسانوں کا ذکر فرما کر اس طرف توجہ دلا رہا ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اسے ہی ربّ العالمین سمجھیں تو یہ سب ہماری بہتری کے لئے ہے اسے پتہ ہے کہ انسان جلد شیطان کے بہکاوے میں آ جاتا ہے اس لئے بچتا رہے۔ پس یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہمارا ربّ جو بہت پیار کرنے والا ربّ ہے، ہمیں ہمارے بہتر انجام کے راستے دکھا رہا ہے کہ یہ راستے ہیں جن پر چل کر ہم اپنا انجام بہتر کر سکتے ہیں ورنہ شیطان تو راستے پہ کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو ہمارا ربّ ہے اس کو تو ہماری کسی بات کی ضرورت نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نیک کاموں پر خوش تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ اس کو ضرورت ہے کہ بندے اس کی تعریف کریں یا اس کی عبادت کریں۔ اس کی خوشی اس لئے ہے کہ اس کے بندے نیک رستے پر چلنے والے ہیں، جہنم کے عذاب سے بچنے والے ہیں۔ اپنے نیک بندوں اور جو سیدھے راستے پر لوٹ آنے والے ہوں، کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو اس ماں سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کو اپنے گم شدہ بچے کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے۔

نیک کام کرنے پر ہمارا رب کس طرح نوازتا ہے، اس کا ایک حدیث میں ذکر آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور پاکیزہ چیز ہی اللہ کی طرف جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے پھر اسے بڑھاتا جاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے (گھوڑے کے بچے) کی پرورش کرتا ہے۔

(بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی تعرج الملئکۃ والروح الیہ وقولہ الیہ یصعد الکلم الطیب۔)

گھوڑے کا بچہ تو ایک عمر تک آ کے رک جاتا ہے۔ فرمایا یہ جو تم صدقے کرتے ہو وہ یہاں تک بڑھتا ہے کہ وہ پہاڑ جیسا بڑا ہو جاتا ہے۔

تو یہ ہیں ہمارے ربّ کے احسان کرنے کے معیار۔ کیا ایسے ربّ کو چھوڑ کر بندہ کسی اور طرف جانا پسند کرے گا یا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن لاشعوری طور پر ہم سے کئی ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہیں، اس کی تعلیم کے خلاف ہوتی ہیں، اس کے احکامات کے خلاف ہوتی ہیں۔ تو اس لئے ہمیشہ اس کی مغفرت طلب کرتے رہنا چاہئے اور مغفرت طلب کرنے کے راستے بھی ہمارے اسی ربّ نے ہمیں دکھائے ہیں اور سکھائے ہیں تاکہ یہ انعاموں اور احسانوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرے سے استغفار کرتے رہو، میرے سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو تاکہ مَیں تم پر انعامات اور احسانات کی بارش کرتا رہوں۔

پس اس زمانے میں ہر احمدی کو چاہئے کہ ہمیشہ رَبُّنَا اللّٰہ کو اپنے ذہن میں دوہراتا رہے، جبکہ ہر ایک نے بہت سے ربّ بنائے ہوئے ہیں جو ظاہری نہیں چھپے ہوئے ہیں، شرک انتہا کو پہنچا ہوا ہے، زمانے کے امام کا انکار کر کے خود مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو محدود کر دیا ہے اور کر رہے ہیں کہ زمانے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی نبی نہیں بھیج سکتا جبکہ اس کی ضرورت ہے۔ ایک طرف ضرورت کا اظہار کر رہے ہیں، دوسری طرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے بھی انکاری ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے مَیں اس صفت کے تحت بغیر مانگے بھی دیتا ہوں اور حالات کو بہتر کر رہا ہوتا ہوں، تو یہاں مانگا بھی جا رہا ہے تب بھی نہیں دے رہا اس لئے کہ خود انہوں نے اس صفت کو محدود کر دیا ہے۔ جو آیا ہوا ہے اس کو ماننے کو تیار نہیں، یہ تصور ہی نہیں کہ کوئی نبی یا مصلح آ سکتا ہے اور یہ لوگ پھر اس کا نتیجہ بھی بھگت رہے ہیں، بے امنی اور بے سکونی کی کیفیت خاص طور پر مسلمان ملکوں میں ہر جگہ طاری ہے، تو ان حالات میں ایک احمدی ہی ہے جسے اپنے اللہ کی ربوبیت کا صحیح فہم و ادراک ہے اور ہونا چاہئے۔ اگر ہم نے بھی اپنے فرض ادا نہ کئے، اپنی عبادتوں کو زندہ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے نہ بنے اور اس انعام اور احسان کی قدر نہ کی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اور اس تعلیم کے مطابق اپنے آپ کو نہ ڈھالا جو آپ نے ہمیں دی ہے اور جو آپ ہم پر لاگو کرنا چاہتے تھے، ہم میں دیکھنا چاہتے تھے، جس کی آپ ہم سے توقع رکھتے ہیں، تو ہمارے دعوے پھر صرف دعوے ہی ہوں گے کہ ہم نے اپنے ربّ کو پہچان لیا ہے اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صرف دعووں پہ تو جو زائد انعامات ہیں وہ نہیں دیا کرتا، اللہ تعالیٰ نے کہا ہے خالص ہو کر میرے آگے جھکو۔

اللہ کرے کہ ہم حقیقی معنوں میں اپنے ربّ کی پہچان کرنے والے ہوں تاکہ دوسروں کو بھی اس حسن سے آگاہ کر سکیں اور دنیا میں ایک ربّ کی عبادت کرنے والے زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں تاکہ امن اور سکون قائم ہو۔

DEAN MANSON SOLICITORS

We specialise in Immigration & Nationality law; Commercial, Media & Entertainment, Conveyancing, Employment, Family & Ancillary Proceedings, Criminal & Civil Litigation

CONTACT

MUZAFFAR MANSOOR & EJAZ BAIG

243-245 MITCHIM ROAD-TOOTING, LONDON SW17 9JQ

TEL: 020 8767 5000 — FAX: 020 8767 0456

EMAIL: info@dmansonsolicitors.com

وقف جدید کا مالی سال 2006ء

وقف جدید کا مالی سال 2006ء، 31/دسمبر کو اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ تمام امراء، صدران اور مبلغین کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی سالانہ رپورٹ مقررہ فارم پر 25/دسمبر تک وکالت مال لندن کو بھجوانے کا انتظام کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ احسنَ الجزاء۔ (ایڈیشنل وکیل المال۔لندن)

بقیہ: کتاب "تہتر فرقے کیسے بنے؟" پر ایک نظر از صفحہ نمبر 4

صاحب یا تو جان بوجھ کر حقائق سے چشم پوشی کر رہے ہیں یا پھر انہوں نے واقعات و حقائق کو معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی اور ایک الگ تھلگ مقام میں بیٹھ کر ایک غیر حقیقی خاکہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس طرح کے تصوراتی خیالات سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے۔

اول تو موسیٰ صاحب نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ درحقیقت مسلمانوں میں کوئی تفرقہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ فرقے بنے ہی نہیں بلکہ ان تمام گروہوں میں جو اس وقت موجود ہیں صرف فروعی اختلافات ہیں اور بس۔ ان کو فرقہ کہنا ہی درست نہیں۔

موسیٰ صاحب کی یہ بات کوئی ذی شعور انسان قبول ہی نہیں کر سکتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خود مصنف کا اپنا دل بھی اس بات پر مطمئن نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ بات جو مصنف بیان فرما رہے ہیں درست ہے تو ان کا اپنی کتاب کا نام "فرقے کیسے بنے" رکھنا ہی غلط قرار پاتا ہے۔

دوم یہ کہ فرقہ کی جو تعریف انہوں نے خود درج کی ہے وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔

"اختلاف اور تفرقہ درحقیقت دو مختلف چیزیں ہیں۔ فروعی اور جزوی اختلافات برداشت کرنے کی بجائے اگر "من دیگرم تو دیگری" کی نوبت آجائے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے شروع کر دئے جائیں تو یہی تفرقہ ہے جو کفر اور شرک سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

(صفحہ ۱۲۸)

اس سے واضح ہے کہ مؤلف کے نزدیک اختلاف اس وقت تک اختلاف کہلاتا ہے جب تک فروعی اور جزوی اختلافات کو برداشت کیا جائے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے کی نوبت نہ آئے۔ مگر اگر یہ اختلافات برداشت کی حد سے باہر نکل جائیں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتاوی لگانے شروع کر دئے جائیں تو پھر یہ تفرقہ کہلائے گا اور اس سے معرض وجود میں آنے والا گروہ فرقہ کہلائے گا۔ اس کے بعد مولف نے خود امت مسلمہ میں اس تفرقہ کے پیدا ہو جانے کو قبول کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"جب دینی رہنماؤں کے مابین تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے تو اگلی نسلوں میں خود کتاب اللہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی حال آج ہماری نئی نسل کا ہے جو برملا کہتی ہے کہ "مولوی" تو آپس میں لڑتے رہتے ہیں ہم کس کی سنیں اور ہے تو کون اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ پوری امت مسلمہ میں سے کوئی ایک فرقہ بھی ایسا نہیں کہ جسے کافر قرار نہ دیا گیا ہو۔

مسلمانوں کی باہمی تفرقہ بازی کا ثبوت

چنانچہ **مولوی مودودی** صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہر فرقے نے ایک دوسرے کو کافر، فاسق، گمراہ، دوزخی اور خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالا"۔

(تفہیمات حصہ دوم۔ فتنہ تکفیر۔ صفحہ141 بحوالہ کافر گری شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام لاہور)

پرویزی فرقہ کے ادارہ طلوع اسلام نے اس حقیقت کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"اس وقت پاکستان میں جس قدر مسلمان بستے ہیں ان حضرات کے فتووں کے مطابق ان میں سے ایک بھی مسلمان نہیں یہ مبالغہ نہیں...... حقیقت ہے"۔ (کافر گری' شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور صفحہ3)

❁...... چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب علماء حرمین شریفین کا فتوی **دیوبندی فرقہ** کے بارہ میں ان الفاظ میں درج کرتے ہیں:

"یہ طائفے سب کے سب مرتد ہیں۔ باجماع امت اسلام سے خارج ہیں...... معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا ہے جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے"۔

(مولوی احمد رضا خان بریلوی: حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین: صفحہ25 بحوالہ عقائد علماء دیو بند اور حسام الحرمین صفحہ209 دارالاشاعت کراچی)

❁...... مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم و مفتی دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان کا **دیوبندیوں کے بارے میں فتوی** یہ ہے:

"نماز اس قسم کے اشخاص کے پیچھے باطل محض ہے۔ ان کو قصداً امام بنانا سخت کبیرہ اشد حرام ہے اور جو نماز ان کے پیچھے پڑھی جائے گی اس کا اعادہ فرض ہے ان کے ساتھ سلام و کلام، میل جول، نشست و برخاست سب حرام و ناجائز ہیں"۔

(دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ، مولوی غلام مہر علی گولڑوی؛ کتب خانہ مہریہ مہر منزل منڈی چشتیاں ضلع بہاولنگر پاکستان صفحہ506 جولائی 1956ء)

❁...... دربار عالیہ سیال شریف کا **دیوبندیوں کے بارے میں فتوی** یہ ہے:

ترجمہ: "وہ تو صرف خدا کی طرف امکان کذب منسوب کرنے سے ہی کافر ہو گئے...... پس ان کے پیچھے نماز اور ان کی نماز جنازہ بالاجماع حرام ہے"۔

(فتوی محمد قمرالدین صاحب سیالوی سیال شریف: دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ508-509 شائع کردہ کتب خانہ مہریہ مہر منزل منڈی چشتیاں ضلع بہاولنگر جولائی 1956ء)

❁...... **احراریوں کے بارہ میں بریلوی فتوی** یہ ہے:

جو شخص احراریوں کے قطعی یقینی کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا ان کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے۔،

(تجانب اہل سنت صفحہ139 بحوالہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب صفحہ118 طبع اول 1979ء شرکت پریس لاہور)

❁...... **دیوبندیوں نے بریلویوں کو کافر قرار دیا** ہے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی ان کے بارہ میں فتوی ان الفاظ میں درج کرتے ہیں:

"جو شخص اللہ جلشانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالی کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت مودت سب حرام ہیں"۔

(مولوی رشید احمد گنگوہی۔ فتاوی رشیدیہ کامل مبوب صفحہ62۔ ناشر محمد سعید اینڈ سنز 1971ء قرآن محل کراچی)

❁...... آغا عبدالکریم شورش دیوبندی مدیر رسالہ چٹان نے **بریلویوں کے بارہ میں لکھا**:

"سیاسی طور پر غدار اور مذہبی طور پر کافر ہیں"۔

(آغا عبدالکریم شورش، رسالہ چٹان 29/اکتوبر 1962ء صفحہ5۔ لاہور پاکستان)

❁...... بریلوی علماء نے **اہل حدیث کے بارہ میں** جو فتاوی دیئے ہیں ان میں سے ایک ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو اہل حدیث عالم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے:

"وہابیہ و غیر مقلدین زمانہ باتفاق علمائے حرمین شریفین کافر مرتد ہیں ایسے کہ جو ان کے اقوال ملعونہ پر اطلاع پا کر انہیں کافر نہ جانے یا شک ہی کرے خود کافر ہے۔ ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ ان کا نکاح کسی مسلمان کافر مرتد سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے ساتھ میل جول، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام، سب حرام"۔

(فتاوی ثنائیہ: جلد2 صفحہ749: مرتبہ محمد داؤد راز 1972ء ادارہ ترجمان السنۃ لاہور)

❁...... **پرویزی فرقہ یا اہل قرآن کے بارہ میں** اہل حدیث کا فتوی یہ ہے

"اس پرویز کے متبعین و معتقدین خارج از اسلام ہیں اور اہل اسلام کو ان سے کسی قسم کا اشتراک و اختلاط اور ان کی تقریبات میں شرکت اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دینا جائز نہیں ہے"۔ (پرویز کے بارہ میں علماء کا فتوی مع اضافات جدیدہ صفحہ138-139 شائع کردہ شعبہ مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی۔ ستمبر 1962ء)

❁...... طالب ہاشمی صاحب عبدالرحمٰن کیلانی اہل حدیث عالم کی کتاب' آئینہ پرویزیت' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس کتاب کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ چند سال پہلے علمائے حق نے کیوں پرویز پر کفر کا فتوی صادر کیا تھا"۔

(عبدالرحمان کیلانی: آئینۂ پرویزیت صفحہ33۔ ایڈیشن چہارم۔ اکتوبر 2004ء، مکتبۃ السلام لاہور)

❁...... خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین کا **فتوی جماعت اسلامی کے بارہ میں** یہ ہے:

"جو شخص بھی جماعت اسلامی سے متفق ہو اور کتاب خلافت و ملوکیت پڑھتا ہو وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے اس کی نمازیں اور دوسری عبادات بے کار ہیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت 31/ جولائی 1968ء صفحہ6 کالم 3)

❁...... مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند عزیزالرحمان صاحب کا **فتوی شیعہ کے بارہ میں** یہ ہے

"آجکل شیعہ عموماً وہ لوگ ہیں جو قطعیات اسلام کا انکار کرتے ہیں...... اس عقیدہ کے لوگ باجماع امت کافر ہیں"۔

(مفتی اعظم عزیز الرحمان: فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد 4۔ فتوی بر سوال نمبر 454۔ ایڈیشن اول 1357 ہجری۔ دارالاشاعت دیوبند)

❁...... امام اہل سنت مولوی عبدالشکور صاحب مدیر 'انجم' لاہور کا **شیعہ کے بارہ میں فتوی** یہ ہے:

"شیعہ اثناعشری قطعاً خارج اسلام ہیں"۔

(اخبار پیام 5/ مئی 1964ء لاہور)

❁...... مولوی احمد رضا خان بریلوی کا فتوی یہ ہے:

"آج کل کے روافض (شیعہ) تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں"۔

(الملفوظ: حصہ دوم۔ صفحہ130۔ مرتبہ مولوی محمد مصطفی رضا خان 1338 ہجری۔ گلزار عالم پریس لاہور۔ شائع کردہ نوری کتب خانہ لاہور)

❁...... شیعہ مجتہد حسین بن علی کا **فتوی شیعہ فرقہ کے علاوہ باقی سب فرقوں کے بارہ میں** یہ ہے:

ترجمہ: "فرقہ اثناعشریہ امامیہ کے سوا کوئی بھی ناجی نہیں ہے"۔ (مرزا جان: حدیقہ شہداء صفحہ65۔ 1272ھ مطابق 1855ء۔ 1856ء)

❁...... سید تصدق حسین رضوی شیعہ عالم کا فتوی یہ ہے:

"نزدیک محققین کے حرام ہے عقد زن مومنہ شیعہ کا مرد سنی سے"۔ (سید تصدق حسین رضوی۔ تحفۃ العوام۔ صفحہ273۔ ایڈیشن چہارم۔ اکتوبر 1897ء مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ)

یہ محض نمونہ کے طور پر چند فتاوی درج کئے گئے ہیں ورنہ کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو فتاوی کفر سے بچا ہوا ہو۔

اب تو امید ہے موسیٰ خان صاحب اپنے ہی قائم کردہ معیار کے مطابق یہ مان لیں گے کہ امت محمدیہ فرقوں میں بٹ چکی ہے اور یہ فرقے محض ایسے فرقے نہیں ہیں جنہیں معمولی فقہی اختلافات پر بننے والے گروہ کہا جائے۔

❁...... مصنف خود تحریر کرتے ہیں

"(1) آج اہل تشیع کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور بخشش ہماری ہی ہے۔

(2) اہل سنت کے دونوں فریق (دیوبندی اور بریلوی) کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں بخشش ہوگی تو ہماری ہوگی۔

(3) اہل قرآن کہتے ہیں کہ بخشش صرف ہماری ہے کیونکہ ہم اپنا رہنما اور رہبر صرف قرآن کو سمجھتے ہیں

(4) اہل طریقت کہتے ہیں کہ بخشش صرف ہماری ہے کیونکہ ہم نے مراقبوں اور چلّوں سے اللہ کی معرفت حاصل کر رکھی ہے۔

(5) اہل تصوف (قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی) کہتے ہیں کہ بخشش ہماری ہوگی کہ ہمارے پیر کامل اور قرابت دار خداوند ہیں۔

(6) اہل فقہ (حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی) کہتے ہیں کہ بخشش ہماری ہوگی کہ اماموں کے مقلد ہیں جو معصوم عن الخطاء ہیں۔

(7) اہل حقیقت کہتے ہیں کہ بخشش ہماری ہوگی کیونکہ ہم توحید پرکاربند ہیں ہمارا کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں ہم فرقہ بندی کو شرک سمجھتے ہیں"۔ (صفحہ29)

اس سے واضح ہے کہ مصنف کے نزدیک بھی امت مسلمہ سات بڑے طبقات میں تقسیم ہو چکی ہے اور پھر ہر طبقہ میں کئی فرقے بن چکے ہیں اور ہر فرقہ اپنے فرقہ کو مومن اور نجات یافتہ سمجھتا ہے اور دیگر تمام فرقوں کو کافر اور نجات سے محروم قرار دیتا ہے۔

اب آپ فرمائیں کہ کیا آپ کے بیان کردہ معیار کے مطابق یہ تمام فرقے محض فقہی و معمولی اختلافی گروہ ہیں یا فرقے ہیں؟

❁...... مصنف کے نزدیک اگر صورت حال یہاں تک پہنچ جائے کہ ایک گروہ دوسرے کو کافر قرار دینے لگے تو پھر وہ معمولی فقہی اختلافی گروہ نہیں بلکہ فرقہ کہلائے گا دوسری طرف مصنف خود یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوا ہے کہ:

"لطف کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا وہ سرکردہ گروہ جن کو یقین ہے کہ خدا کی طرف سے کسی کو مسلمان اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ سرٹیفکیٹ جاری نہ کریں ان میں سے اکثریت کے مذاہب کو دوسروں نے کافر قرار دیا ہوا ہے یعنی آئینی طور پر وہ بھی غیر مسلم اقلیت ہیں"۔

(صفحہ130-131)

اب مصنف کی اپنی ہی تعریف اور اپنے ہی قائم کردہ معیار سے ثابت ہو گیا کہ اُمّت مسلمہ فرقوں میں بٹ چکی ہے اور ان فرقوں کی بنیاد صرف معمولی اختلافات پر نہیں ہے بلکہ اور بھی بڑے بڑے اختلافات ہیں۔اس حد تک کہ ہر گروہ کو کافر قرار دیا جا چکا ہے۔

مصنف کی بڑی مشکل

دراصل مصنف ایک بڑی مشکل سے دوچار ہے اور وہ یہ کہ حدیث شریف میں امت مسلمہ کے جن خراب حالات کا ذکر ہے اور تہتّر فرقوں میں بٹ جانے اور ایک فرقہ کے راہ راست پر ہونے کا ذکر ہے تو مصنف نے بجائے صحیح راستہ اختیار کرنے کے اور ان فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ تلاش کرنے کے اور بجائے ان علامات پر غور کرنے کے جو آنحضرت ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی بیان فرمائی ہیں جب یہ دیکھا کہ ایک طرف تو اُمّت مسلمہ کے تہتّر فرقوں میں بٹ جانے کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔دوسری طرف انہیں ان فرقوں میں جو اس وقت اسلام کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں کوئی بھی فرقہ ناجیہ نظر نہ آیا حتی کہ مصنف یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ ان میں کوئی ”فرقہ نیکاں“ موجود نہیں ہے حالانکہ یہ بیان صریحاً حدیث رسول ﷺ کے منشاء کے خلاف ہے اور یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس کی وجہ سے وہ راہ راست سے ہٹ گئے اور اب انہیں اپنی تمام گزشتہ تحریر کے خلاف یہ موقف اپنانا پڑا کہ درحقیقت اُمّت مسلمہ میں کوئی تفرقہ ہی نہیں ہے۔اس میں تو حقیقتاً فرقے ہی نہیں بنے کیونکہ سب فرقے قرآن وحدیث کو مانتے ہیں ہاں صرف فقہی اختلافات ہیں حالانکہ وہ خود اُمّت مسلمہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو قبول کر چکے ہیں۔ہم ان کو ان کے اپنے ہی الفاظ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

”آج احیائے اسلام کی تحریکیں ایک دوراہے پر کھڑی ہیں۔صحیح راستہ پر قدم اٹھنے کا انحصار اس بات پر ہے کہ یہ بنیادی شرط واضح ہو جائے کہ اسلام موجود ہے یا نہیں موجود ہے۔ان تحریکوں کو یہ مان لینا چاہئے کہ آج اسلام کا وجود موقوف ہو چکا ہے اور اس حقیقت سے اتنا خائف نہ ہونا چاہئے کہ اسے دیکھنے اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ان تحریکوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ان کا مقصد اسلام کو از سر نو وجود میں لانا ہے یا یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اسلام کا وجود عارضی طور پر موقوف ہو گیا ہے اور اسے دوبارہ وجود میں لانا مقصود ہے“۔ (صفحہ:124)

درحقیقت یہ وہ خطرناک صورت حال ہے کہ جب ایک بیمار اپنی بیماری کے ماننے اور اس کا علاج کروانے سے ہی انکار کر دے تو پھر اس کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے۔یہی صورت حال اب موسیٰ خان صاحب کو درپیش ہے اور وہ تمام اُمّتِ مسلمہ کو پہلے خود بیمار مانتے ہیں مگر بعد میں کہتے ہیں کہ نہیں یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔اس کے ساتھ ساتھ موسیٰ صاحب کو ایک اور دِقّت کا سامنا ہے اور وہ یہ کہ جماعت احمدیہ وہ جماعت ہے جس میں قرآن و احادیث میں مذکور فرقہ ناجیہ کی علامات پوری ہوتی ہیں کیونکہ یہ وہ واحد جماعت ہے جو اس بات کی مدعی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان حالات میں اصلاح کے لئے جس مسیح ومہدی کے ظہور کا ذکر فرمایا ہے وہ امام ظاہر ہو چکا ہے۔ان پیشگوئیوں کے مطابق وہ امام خدا کی طرف ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ ایک جماعت مومنین قائم ہو چکی ہے۔اس جماعت کا حال آنحضرت ﷺ کے بیان فرمودہ حال کے عین مطابق ہے اور مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي کے مطابق ایک امام اور جماعت قائم ہے اور آپ ﷺ کی قائم کردہ جماعت کے نمونہ کے مطابق اب اس میں خلافت احمدیہ کا نظام جاری ہے۔چونکہ تعصب درمیان میں آجاتا ہے اس لئے انسان غور نہیں کرتا ورنہ بات تو بہت ہی آسان ہے۔اس وقت جتنی بھی جماعتیں اسلام کی طرف منسوب ہوتی ہیں ان میں سے جماعت احمدیہ کے علاوہ کوئی جماعت ایسی نہیں جو اس علامت پر پوری اترتی ہو۔ہم خواہش رکھتے ہیں کہ کوئی ایسی جماعت ہمیں دکھائی جائے جس کا امام خدا کی طرف سے آنے کا مدعی ہو مسیح ومہدی ہونے کا مدعی ہو آنحضرت ﷺ کے مقاصد کو آگے لے کر جا رہا ہو آنحضرت ﷺ کی ہی سنت کا احیاء کر رہا ہو اور اس کے ساتھ جماعت مومنین ہو اس جماعت میں مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي کے مطابق سلسلہ خلافت جاری ہو۔یاد رکھیں کہ بہائی قرآن کو منسوخ اور احکام اسلام کو متروک قرار دیتے ہیں ان میں آنحضرت ﷺ کی طرح کی جماعت اور سلسلہ خلافت نہیں ہے۔

مصنف نے اپنے سارے بیان کی تان اس پر آ کر توڑی ہے کہ:

”تفرقہ کی اصل بنیاد صرف ختم نبوت کی مہر کو توڑنا ہے“۔(صفحہ129)

مصنف کا یہ بیان محدود سوچ پر مبنی ہے۔اگر تفرقہ کی اصل وجہ صرف اور صرف ختم نبوت کی مہر کو توڑنا ہے تو پھر وہ لوگ جو مصنف کے نزدیک ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں ان میں کوئی تفرقہ نہیں ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی کوئی فرقہ بننا چاہئے تھا جبکہ ماضی وحال کی تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں کے بھی فرقے بنے ہیں ان میں تفرقہ ہے اور تفرقہ کی جو بھی تعریف کی جائے وہ اس تعریف پر پورے اترتے ہیں مثلاً شیعہ اور اہل سنت والجماعت جن کا کلمہ، اذان، طریق نماز، اور ارکان اسلام، ارکان دین، کتب احادیث، غرضیکہ ہر معاملہ میں اختلاف اور فرق ہے حتّٰی کہ شیعہ احباب خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو ہی برحق نہیں مانتے بلکہ سرعام دمادم مست قلندر، علی دا پہلا نمبر کہتے پھرتے ہیں۔کیا یہ دونوں الگ الگ فرقے ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر کیا یہ دونوں ختم نبوت کی آپ کی مبیّنہ تعریف کے اقراری ہیں یا نہیں؟ اگر اقراری ہیں تو پھر آپ کی وضع کردہ تعریف کی رو سے آپ کو انہیں الگ الگ فرقے کہنے کا کوئی حق نہیں اور اگر یہ ختم نبوت کو مانتے ہیں اور الگ الگ فرقے بھی ہیں تو پھر معلوم ہوا کہ آپ کا قاعدہ درست نہیں ہے۔پھر کیا دیوبندی، بریلوی، اور اہل حدیث فرقے ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کیا آپ کے نزدیک آپ کی مزعومہ تعریف کے مطابق یہ ختم نبوت کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر قائل ہیں تو پھر یہ فرقے نہیں کہلا سکتے جبکہ آپ سمیت ساری دنیا اور خود ان کے پیرو اپنے آپ کو الگ الگ فرقہ تسلیم کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز تک پڑھنے کے روادار نہیں۔ایک دوسرے کے ساتھ مناکحت تک ناجائز قرار دیتے ہیں۔ایک دوسرے کے خلاف فتاویٰ کفر موجود ہیں۔نموناً میں چند حوالے پہلے عرض کر چکا ہوں۔اب فرمائیے اگر آپ کا وضع کردہ قاعدہ درست ہے کہ تفرقہ کی اصل وجہ صرف ختم نبوت سے انکار ہے تو یہ فرقے کیوں ہوئے؟ یہ تفرقہ کیوں ہوا؟

دوسرے یہ کہ آپ کی اس تمام تر تمہید اور حقائق کے خلاف غلط امور لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے پہلے یہ فرض کر لیا کہ جماعت احمدیہ عقیدہ شان خاتم النبیین ﷺ سے منکر ہے اور باقی سب اس عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے صرف اس امر کو مدنظر رکھ کر آپ نے ایک قاعدہ بنانے کی کوشش کی۔چونکہ اُس میں محدود سوچ کے ساتھ ساتھ تعصب شامل ہے اس وجہ سے آپ نے نتیجہ وہ نکالا جس کا وبال خود آپکے اپنے اوپر پڑ گیا۔

تیسرے یہ کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ درست بھی ہو تو بھی یاد رکھیں کہ اس کا اثر جماعت احمدیہ کے اوپر نہیں پڑ سکتا اور اگر جماعت احمدیہ کو آپ اس وجہ سے دائرہ اسلام سے باہر نکالتے ہیں تو پھر کوئی فرقہ بھی اسلام کے اندر نہیں رہے گا کیونکہ امت مسلمہ کے جملہ فرقے یہ ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن مجید آخری شریعت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو قرآنی شریعت کو منسوخ کر دے اور اپنا سکّہ چلانا شروع کر دے۔تمام اُمّت اس کے ساتھ ساتھ اس پر بھی متفق چلی آ رہی ہے (سوائے اہل قرآن کے کہ وہ حدیث سے ہی منکر ہیں) کہ آنحضرت ﷺ کی اس اُمّت میں آخری دور میں جب اُمّت کی اکثریت گمراہ ہو جائیگی یہ امت فرقوں میں بٹ جائیگی تو اس وقت اس امت کی اصلاح کیلئے ایک مسیح نبی اللہ ضرور آئیگا اور اس کا آنا ہرگز نہ تو آیت خاتم النبیین کے خلاف ہوگا اور نہ ہی آپ کی ختم نبوت پر اس کے آنے سے فرق پڑیگا۔بعینہ یہی عقیدہ جماعت احمدیہ کا ہے اس میں سر مو کوئی فرق نہیں ہے۔پس اگر اس امت میں ایک مسیح نبی اللہ کی آمد کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے جماعت احمدیہ غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو پھر تمام عالم اسلام دائرہ اسلام سے خارج قرار پائیگا ورنہ ایک ہی قسم کے عقائد رکھنے کی وجہ سے انہی عقائد کی بنا پر ایک گروہ کافر اور دائرہ اسلام سے باہر اور دوسرا مومن اور دائرہ اسلام کے اندر کیسے ہو سکتا ہے؟ پس یہ آپ کا دھوکہ ہے جو عوام الناس کو دیا جاتا ہے۔

چوتھے یہ کہ حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے اور سب اس کو مانتے ہیں۔جماعت احمدیہ بھی صدق دل کے ساتھ اس پر ایمان لاتی ہے۔حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین وخیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔“

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3صفحہ169-170)

اس تحریر کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان عقائد کے رکھنے والے انسان کو خاتم النبیین کا منکر قرار دے تو اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے؟ اس تحریر کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ لکھے کہ ”دین میں تفرقہ درحقیقت عقیدہ ختم نبوت سے انحراف یا بالفاظ دیگر ختم نبوت کی مہر توڑنے سے ہوگا جیسا کہ بعض جماعتوں کی طرف سے اس تفرقہ کا مظاہرہ ہوا ہے“۔اور پھر اس فہرست میں جماعت احمدیہ کو بھی شامل کر دے تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا شخص نہ صرف جماعت احمدیہ کے عقائد سے ہی واقف نہیں بلکہ قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ سے بھی نا آشنا ہے۔

جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صدق دل کے ساتھ قرآن وحدیث پر ایمان لاتی ہے۔ہمارے چوتھے امام حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں یہ ایمان بغیر کسی اختلاف کے رہا ہے آج بھی ہے اور سب سے زیادہ ہمارا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں لیکن وہ تشریح جس پر تم لوگ زور دے رہے ہو وہ تو میں ثابت کر چکا ہوں کہ ایک نئی تشریح ہے تمہاری بنائی ہوئی جو آجکل وجود میں آئی ہے یا پرانے زمانوں میں کبھی آئی تھی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آئی تھی یا ان لوگوں میں آئی تھی جن کا سورۃ جنّ میں ذکر ملتا ہے اور صلحائے امت جو بڑے بڑے بزرگ اور عالم اور صاحب عرفان تھے وہ اس کا یہ ترجمہ نہیں کیا کرتے تھے جو تم نے کرنا شروع کر دیا ہے۔“

(زھق الباطل صفحہ397)

اصلاح امّت کے لئے مسیح نبی اللہ کی آمد کا عقیدہ امت محمدیہ میں تواتر کی حد تک پہنچا ہوا ہے

پس حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے مطابق آغاز اسلام سے لے کر آج تک امت محمدیہ میں خرابی کے ایام میں اس امت کی اصلاح کے لئے مسیح نبی اللہ کے آنے کا عقیدہ تواتر کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور آج تک کسی نے آنحضرت ﷺ کے بعد آپکی امت میں خرابی کے ان ایام میں مسیح نبی اللہ کی آمد کو آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں سمجھا اور اسے قرآن وحدیث میں مذکور ختم نبوت کے تصور کے خلاف قرار نہیں دیا بلکہ اس عقیدہ کو اس حد تک پذیرائی حاصل ہے کہ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ بسلب نُبُوَّته کفر حقًّا۔

(نواب صدیق حسن خان:حجج الکرامہ صفحہ431مطبع شاہجہانی بھوپال)

یعنی جو شخص مسیح موعود کے نبی اللہ نہ ہونے کا عقیدہ رکھے تو وہ پکا کافر ہے۔

یہ معاملہ صرف یہیں تک نہیں بلکہ ہر دور میں بزرگان امت محمدیہ نے ایسے لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے مسیح موعود کے آنے یا ان کی نبوت سے انکار کیا ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ یہ معاملہ کھولا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کی امت میں سے آپ ہی کی شریعت کے تابع اور آپ ہی

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

کے دین کو زندہ کرنے کیلئے کسی فردِ امت کا نبی ہو کر آنا ہر گز نہ تو آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے اور نہ ہی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ و غیرہ احادیث کے خلاف ہے۔اور یہی عقیدہ جماعت احمدیہ کا ہے۔ہم ذیل میں ان بزرگوں میں سے چند ایک کے نام نمونہ کے طور پر لکھتے ہیں اور یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا ان تمام بزرگان کے بارہ میں بھی آپ وہی بیان اور وہی فتوی دینگے جو کہ آپ نے جماعت احمدیہ کے بارہ میں دیا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے قیام جماعت احمدیہ سے بہت پہلے اس معاملہ کو حل کروا دیا۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ ام المومنین کے پاس کچھ نوجوان آئے اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور دوسرا کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود آنے والے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔اس پر آپؓ نے فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا:

قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِیّٖن وَلَا تقولوا لانبی بعده

(علامہ جلال الدین سیوطیؒ تفسیر درمنثور جلد5 صفحہ204 تفسیر سورہ الاحزاب آیت 41 دارالمعرفة بیروت)

یعنی تم یہ تو کہو کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔گویا حضرت عائشہؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد ایک قسم کے انبیاء کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے۔اس دور میں دیگر صحابہ جو زندہ تھے ان میں سے کسی صحابی نے بھی حضرت ام المومنینؓ کے اس قول کو ردّ نہ کر کے یہ ظاہر فرما دیا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔اس طرح گویا ختم نبوت کا یہ وہ مفہوم ہے جو صحابہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔ان کے بعد بھی ہر دور میں ایسے بزرگان گزرے ہیں جنہوں نے خاتم النبیین اور ختم نبوت کے آج کے علماء کے مجوزہ معنوں کو ردّ کیا ہے۔مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے چند مسلمہ بزرگوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے ختم نبوت اور خاتم النبیین سے مراد یہی لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور آپ کی پیروی میں امت محمدیہ میں نبی کا آنا اس کے خلاف نہیں ہے۔

❁......حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں، حضرت امام محمد طاہر نے تکملہ مجمع بحار الانوار میں، رئیس الصوفیاء حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے فصوص الحکم میں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تفہیمات الٰہیہ میں، حضرت سید عبدالکریم جیلانیؒ نے الانسان الکامل میں، حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں، حضرت امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں، علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں، حضرت خواجہ میر دردؒ کا عقیدہ کتاب میخانہ درد میں، حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اپنے مکتوبات میں، حضرت مظہر جان جاناں کا عقیدہ مقامات مظہری میں اور مولانا رومؒ نے مثنوی میں اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔

❁......مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جو کہ اہل سنت والجماعت کے فرقہ دیوبند کے بانی ہیں فرماتے ہیں:

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا“

(مولانا محمد قاسم نانوتوی: تحذیر الناس مع تکملہ صفحہ34 شائع کردہ دارالاشاعت کراچی)

معاملہ صرف یہاں تک ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ صاحب علم و عرفان لوگوں نے خاتمیت محمدی کے اس مفہوم کو جسے لے کر آج کے علماء چل رہے ہیں غلط اور جہالت قرار دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔“

(مولانا محمد قاسم نانوتوی: تحذیر الناس مع تکملہ صفحہ4-5 شائع کردہ دارالاشاعت کراچی)

پس مطلقاً آنحضرت ﷺ کو آخری نبی ان معنوں میں سمجھنا کہ اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا یہ عوام الناس کے معنیٰ ہیں اہل فہم اور عقلمند اور ذی شعور لوگ ان معنوں کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ یہ معنی شان مصطفوی کے خلاف ہیں۔

❁......نامور صوفی بزرگ حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی حسین الحکیم الترمذیؒ فرماتے ہیں:

”یظن أن خاتم النبیین تأویله أنه آخرهم مبعثاً فأی منقبة فی هذا ؟و أی علم فی هذا؟هذا تأویل البله الجهله“۔

(کتاب ختم الاولیاء صفحہ341 مطبوعہ بیروت)

یعنی یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل یہ ہے کہ آپ ﷺ بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں تو اس میں بھلا کیا فضیلت و شان ہے؟ اور اس میں کون سا علم (کا نکتہ) ہے؟ یہ تو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل ہے۔

پس موسیٰ صاحب اور ان کے ہم خیال علماء جو تراجم کرتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث اور صحابہؓ اور بزرگان امت محمدیہ کے بیان فرمودہ معنوں کے خلاف ہیں بلکہ شان مصطفوی کے بھی خلاف ہیں۔

پھر موسیٰ خان صاحب اپنے مزعومہ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آج تک پوری امت نے چودہ سو برس میں صرف ان لوگوں کی تکفیر پر اتفاق و اجماع کیا ہے جنہوں نے کسی نئی نبوت کا دعوی کیا یا اسے تسلیم کیا“۔(صفحہ130)

موسیٰ صاحب نے اپنے اس بیان کو کچھ ادھورا درج کیا ہے۔دراصل تو انہیں یہ لکھنا چاہئے تھا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے سلسلہ رشد و ہدایت اپنے انبیاء کے ذریعہ شروع فرمایا اس دور سے لے کر آج تک ہر زمانہ کی اُمّت نے ان لوگوں کی تکفیر کی اور ان کے ساتھ استہزاء کیا اور ان کے قتل پر اتفاق و اجماع کیا ہے جنہوں نے نئی نبوت کا دعوی کیا یا اسے تسلیم کیا۔یہ وہ صحیح بیان ہے جس کی تاریخ انبیاء سے مکمل تصدیق ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ بڑے ہی حسرت کے رنگ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُ وْنَ (یٰس:۳۱) یعنی مجھے اپنے بندوں پر بڑا افسوس ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا یہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق اور ٹھٹھا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ فرمایا لوگوں کی روش یہ ہوتی ہے کہ اَفَکُلَّمَا جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ (البقرہ:88) یعنی جب بھی تمہارے پاس ایسا رسول آ گیا جس کو تمہارے نفسوں نے ناپسند کیا تو تم نے ایک گروہ کی تکذیب کی اور ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے۔

تو اس طرح کے اجماع تو ہر نبی کے دور میں ہوتے رہے آج آپ نے مسیح آخر زمان کے ساتھ بھی وہی کیا ہے۔کیونکہ ہوتا یہی ہے کہ جب خدا کا مامور دنیا میں آتا ہے تو اسے تفرقہ کا موجب قرار دے کر بقیہ سب انکار کرنے والی طاقتیں اس کے بالمقابل اکٹھی ہو جاتی ہیں۔اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمنان رسول ﷺ کا حال یہ ہے کہ بَاْسُھُمْ بَیْنَھُمْ شَدِیْدٌ تَحْسَبُھُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُھُمْ شَتّٰی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ (الحشر:15) یعنی ان مخالفین رسول کی آپس میں لڑائیاں جھگڑے بہت شدید ہیں اگرچہ آپ کو یہ اکٹھے معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے دل متفرق ہیں ان کی یہ حالت اس لئے ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

پس اس سے واضح ہے کہ یہ وہی تاریخ ہے جو انبیاء کے مخالفین کی ہے جسے آج پھر دہرایا جا رہا ہے۔

موسیٰ صاحب کی تحریر کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے اندرونی اختلافات تو ہیں مگر وہ فقہی نوعیت کے ہیں اصل اختلاف اور فرقہ بندی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ ایک ایسا مدعی آ گیا جس نے خدا کی طرف سے آنے کا دعوی کر دیا۔

مَیں قارئین کرام کو یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیان فرمودہ پیشگوئی واضح رنگ میں پوری ہو جائے اور سب پر اتمام حجت ہو جائے اور فرقہ ناجیہ کی پہچان بآسانی ہو جائے۔کیونکہ جہاں آنحضرت ﷺ نے امت کے فرقوں میں بٹ جانے کی پیشگوئی فرمائی ہے وہاں ایک فرقہ ناجیہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔اب ہر فرقہ اپنے آپ کو اس کا مصداق قرار دیتا تھا اس کی وجہ سے لوگ پریشان تھے کہ حقیقی فرقہ ناجیہ کونسا ہے؟ اس کے دلائل تو اپنی جگہ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے ایسے مواقع پیدا فرما دیئے کہ اب شک کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ 72 فرقے ایک طرف ہونگے اور وہ غلط راستہ پر ہونگے اور ایک فرقہ ناجیہ ایک طرف ہوگا جو صحیح راستہ پر ہوگا اس راستہ پر جو کہ محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کا راستہ ہے۔اب باوجود اُمّت مسلمہ کے اندرونی باہمی اختلافات کے ایک فرقہ کو انہوں نے نکال کر اپنے میں باہر پھینک دیا اور دعوی یہ کیا کہ ہم بہتّر (72) فرقے ایک طرف ہیں اور ایک فرقہ جماعت احمدیہ ایک طرف۔چنانچہ مولوی اختر علی خان صاحب جو کہ احراری لیڈر مولوی ظفر علی خان صاحب کے بیٹے ہیں، نے 1952ء میں جب جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک چلائی گئی تو بڑے فخر کے ساتھ لکھا کہ:

”مجلس عمل نے گزشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ میں دوسری مرتبہ اجماع امت کا موقع مہیا کیا ہے۔**آج مرزائے قادیان کی مخالفت میں امت کے 72 فرقے متحد و متفق ہیں۔** حنفی اور وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، اہلحدیث سب کے سب علماء تمام پیر اور صوفی اس مطالبہ پر متفق و متحد ہیں کہ مرزائی کافر ہیں۔انہیں مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت قرار دو“۔

(زمیندار 5/نومبر 1952ء صفحہ 2 کالم 6)

ان احباب کو ان تمام واضح امور کے باوجود پھر بھی سمجھ نہ آئی کہ آنحضرت ﷺ نے تو بہتّر 72 کو غلط اور گمراہ قرار دیا ہے اور ہم یہ کیا ظلم کر رہے ہیں کہ خود ہی ایک کو جو تہتّر واں (73واں) فرقہ ہے الگ کر کے حدیث رسول ﷺ کے مطابق جماعت احمدیہ کا ناجی ہونا ظاہر کر رہے ہیں۔یہ مطالبہ ان کی طرف سے بڑھتا رہا یہاں تک کہ یہ بات اور آگے بڑھی۔چنانچہ 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے جو فیصلہ کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ نوائے وقت نے لکھا کہ:

”اسلام کی ساری تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔اجماع امت میں ملک کے سب بڑے بڑے علمائے دین اور حاملان شرع متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کا سیاسی رہنما کماحقہ متفق ہوئے ہیں اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ برگزیدگان تصوف و طریقت کو بھی پورا پورا اتفاق ہوا ہے۔**قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی 72 فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر متفق اور خوش ہیں۔**“

(نوائے وقت لاہور 16/اکتوبر 1974ء صفحہ4 زیر عنوان قادیانی مسئلے کا حل اور چند دلچسپ حقائق)

اب ہر ذی شعور کے لئے قابل غور امر یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تو بہتّر (72) فرقوں کو غلط اور ان کے فیصلہ کو گمراہی قرار دیتا ہے اور ایک فرقہ کے ناجی ہونے کی نوید سناتا ہے مگر آج کے علماء اس پر مصر ہیں کہ نہیں بہتّر (72) کا فیصلہ درست، بہتر (72) راہ راست پر اور ایک فرقہ جو تہتّرواں ہے وہ غلط اور گمراہ ہے۔

آج پھر موسیٰ صاحب نے اسی مضمون کو ان الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ:

”اقلیت کی دوسری قسم یہ ہے کہ خود مسلمانوں نے اپنوں میں سے ایک گروہ کو عقائد کی تفصیل میں اختلاف کی بنا پر الگ کر کے انہیں دین اسلام سے ہی ملک کے آئین کے لحاظ سے الگ کر دیا ہے وہ گروہ احمدی، یا مرزائی یا قادیانی اور لاہوری احمدی کہلاتا ہے“۔(صفحہ130)

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی تقدیر نے معاملہ کھول دیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہو چکی۔مخالفین و معاندین احمدیت خود اپنے ہاتھوں اور بیانوں سے حدیث نبوی کی حقانیت پر مہر ثبت کر چکے۔فرقہ ناجیہ کی شناخت میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا۔جس طرح صحابہ رسول ﷺ نے کلمہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی خاطر ماریں کھائیں اور اس راہ میں اپنی جانیں قربان کر کے اس کلمہ کی صداقت پر اپنے خون سے گواہیاں دیں۔یہی حالات جماعت احمدیہ پر گزر رہے ہیں۔جو فرقے خود کو ناجی فرقہ کہتے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جسے کلمہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اقرار پر زدوکوب کیا گیا ہو یا جیلوں میں ڈالا گیا اور شہید کیا گیا۔ان فرقوں میں سے ایک بھی نہیں جنہیں صحابہ رسول ﷺ کی طرح نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا ہو۔مگر خود پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔پاکستان کے اخبارات اور پاکستان کی وہ عدالتیں جہاں معصوم احمدیوں پر ان جرائم کے تحت مقدمات چلائے گئے اس پر گواہ ہیں اور ایک عدالت میں تو مخالف احمدیت مولوی نے اقرار کیا کہ ہم احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک کر رہے ہیں جو 1400 سال پہلے کفار مکّہ صحابہ رسول ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

پس آج صحابۂ رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔یہی وہ جماعت ہے جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی کے ارشاد رسول کے مطابق ایک آسمانی امام کے ہاتھ پر جمع ہے اور خدا کی تائید و نصرت اس کے شامل حال ہے۔ان واضح حقیقتوں اور روشن نشانوں کی موجودگی میں معاندین و مکفرین سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ”اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا“۔

ڈاکٹر عبدالسلام — ایک عظیم مسلمان

تحریر: جناب ارد شیر کاؤس جی
انگریزی سے ترجمہ: منصور احمد نورالدین

پاکستان کے معروف اور کہنہ مشق صحافی جناب ارد شیر کاؤس جی نے روزنامہ ڈان 26/ نومبر 2006ء کی اشاعت میں "Lest we forget" کے عنوان سے مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کے بارہ میں ایک بہت عمدہ مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے بڑی جرأت کے ساتھ مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو نوبل پرائز حاصل کرنے والے واحد پاکستانی اورمسلمان لکھتے ہوئے ان کی عظیم خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس مضمون کا اردو ترجمہ اخبار ڈان اور مضمون نگار اور مترجم کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔

(مدیر)

21/ نومبر 1996ء آج سے ٹھیک دس برس قبل ایک عظیم انسان اور سرزمین پاکستان میں پیدا ہونے والے عظیم ترین انسان، ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام نے وفات پائی۔ اپنے وطن عزیز کے 59 سالہ زندگی میں نوبیل پرائز حاصل کرنے والے واحد پاکستانی اور پہلے مسلمان جنہوں نے اس شاندار نوعیت کا انعام جیتا۔

وہ ایک ایسے دیندار اور متحمل مزاج مسلمان جانے جاتے تھے کہ جن کا مذہب ان کی پیشہ ورانہ اور ذاتی زندگی کے ایک غیر منفک حصے پر حاوی تھا۔ ایک جگہ پر لکھتے ہیں: ’’قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ قوانین قدرت کے حقائق کا مظہر بنیں تاہم ہماری نسل کو یہ اختیار حاصل ہوا ہے کہ ہم اس کی تخلیقات کے کچھ حصے پر نظر ڈال سکتے ہیں، یہ فیاضی کا ایک ایسا عمل ہے کہ جس کے باعث میں ایک عاجز دل کے ساتھ شکر بجالاتا ہوں‘‘۔

ان کی سوانح عمری جوان کو نوبیل پرائز ملنے کے وقت لکھی گئی تھی اس کے مطابق سلام جھنگ میں 29 رجنوری 1926ء میں پیدا ہوئے ان کے والد محکمہ تعلیم کے ایک مقامی دفتر میں کام کرتے تھے۔ ان کا سکول لاہور میں تھا اور جب 14 سال کی عمر میں میٹرک کے امتحانات میں پنجاب یونیورسٹی میں اعلیٰ ترین نمبر حاصل کرنے کا ریکارڈ قائم کرنے کے بعد وہ سائیکل چلاتے ہوئے اپنے شہر جھنگ میں داخل ہوئے تو پورا شہر انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے اُمڈ آیا۔

انہیں گورنمنٹ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے سکالرشپ ملا جہاں سے انہوں نے 1946ء میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی جس کے بعد انہیں کیمبرج یونیورسٹی کے سینٹ جانز کالج میں سکالرشپ دیا گیا۔ 1949ء میں انہوں نے حساب کے دہرے مضامین اور طبیعات میں بی اے آنرز کیا اور اس سے اگلے ہی سال انہیں کیمبرج کی طرف سے سمتھ پرائز ملا جو کہ طبیعات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے قبل کی جانے والی غیر معمولی تحقیق پر دیا جاتا ہے۔ ان کا ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لئے نظریاتی طبیعات پر لکھا گیا مقالہ 1951ء میں شائع ہوا۔

اس کے فوراً بعد ہی وہ اپنے وطن پاکستان لوٹ آئے جہاں انہوں نے اپنے پرانے کالج میں حساب (Mathematics) کی تعلیم دینا شروع کی اور 1952ء میں وہ پنجاب یونیورسٹی میں شعبۂ حساب کے صدر مقرر ہوئے۔ ان کی نیت اپنے وطن عزیز میں نظریاتی طبیعات کا ایک ادارہ قائم کرنا تھا لیکن یہ ممکن نہ تھا...... کچھ ہی عرصہ میں انہیں وہ دن دیکھنا تھا کہ جب وہ خود اور ان کی جماعت (مذہبی منافرت) کا شکار ہو۔

مارچ 1953ء کے آغاز میں پنجاب کے طول و عرض میں علماء کے اُکسانے کے نتیجہ میں احمدیوں کے خلاف فسادات برپا ہوگئے۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ (ملکی سطح پر) حاوی صوبے کے کچھ حصے میں ان کے مظاہرے قتل وغارت اور خونریزی کی وارداتوں کے باعث اس قدر شدید تھے کہ ملکی افواج کو اس سلسلے میں طلب کیا گیا اور یوں ملک نے پہلی مرتبہ ایک مارشل لاء کو برداشت کیا...... اس کا اعلان لاہور میں کیا گیا اور یہ مارشل لاء مئی 1953ء تک جاری رہا۔ بوجھل دل اور مایوسی (یا شائد بیزاری) کے ساتھ سلام نے 1954ء میں اپنے وطن کو چھوڑ کر کیمبرج میں لیکچررشپ کا آغاز کیا۔

10 سال بعد نظریاتی طبیعات کا یہ غیر معمولی طور پر ذہین عالم اس شش و پنج کا حل نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔ ٹریسٹے میں قائم نظریاتی طبیعات کے عالمی ادارے میں جو کہ ان کی اپنی ہی تخلیق تھا سلام نے مشہور ترین ایسوسیئیٹ شپس قائم کیں جن کے باعث نوعمر ماہرین طبیعات کو یہ مواقع فراہم ہوئے کہ وہ اپنی سالانہ چھٹیاں اس ادارے میں تحقیق کرتے ہوئے اس شعبے کے نامور سائنسدانوں اور ان کے اپنے ہم پلہ سائنسدانوں کی صحبت میں گزاریں۔ ان کے ادارہ کے مقاصد: ’’ترقی پذیر ممالک کی ضروریات کے پیش نظر نظریاتی طبیعات کی ترقی کو مشق اور تحقیق کے ذریعے پروان چڑھانا تھا‘‘۔ جو رقم انہیں 1968ء میں ایٹم فار پیس (Atom for Peace) ایوارڈ کے تحت ملی وہ نوعمر پاکستانی ماہرین طبیعات کیلئے ICTP میں آکر تحقیق کرنے کے لئے مختص کی گئی۔ اور نوبیل پرائز میں حاصل کی گئی رقم میں ان کا حصہ مکمل طور پر ترقی پذیر ممالک کے ماہرین طبیعات پر خرچ کیا گیا...... ایک روپیہ بھی ان کے ذاتی خرچ یا گھریلو ضروریات میں استعمال نہ ہوا۔

1979ء میں طبیعات کے شعبے میں نوبیل پرائز تین شخصیات شیلڈن گلاشو، سٹیون وینبرگ اور سلام میں ’’کمزور یونیفائیڈ اور بنیادی عناصر کے درمیان برقناطیسی انٹریکشن بشمول کمزور نیوٹرل رو (Weak Neutral Current) میں خدمات کے لئے پیش کیا گیا‘‘۔

انہوں نے اپنے ملک کی اس حد تک خدمت کی جس حد تک وہ کر سکتے تھے یہاں تک کہ انہیں دھتکار دیا گیا جس کے بعد یہ ناممکن ہوگیا۔ وہ پاکستان انرجی کمیشن کے رکن تھے اور پاکستان کے سائینٹفک کمیشن کے بھی ممبر تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ صدر پاکستان جنرل ایوب خان (1961ء) اور جمہوریت پسند، اشتراکیت پسند اور انسان دوست وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (1974ء) کے چیف سائینٹفک ایڈوائزر رہے...... اور اس کے بعد وہ اپنے وطن میں خدمات ادا نہ کر سکے۔

21/ ستمبر 1974ء کو 1973ء کے آئین میں ایک ترمیم نافذ کی گئی جس میں مبینہ طور پر ایک جماعت کے حقوق تلف کئے گئے یہ جماعت نوبیل لارئیٹ عبدالسلام کی تھی ...... پوری دنیا اور عالمی انسانی حقوق کا اعلامیہ ان تمام حقوق کو تسلیم کرتی ہے جنہیں اس جماعت کے لئے تلف کیا گیا۔ آخر کار 1974ء میں اس جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا اور اسے اس کے ان اکثریتی حقوق سے محروم کر دیا گیا جو 1947ء میں پاکستان کی پیدائش کے ساتھ اسے ودیعت ہوئے تھے (یہ عمل 1953ء سے شروع ہوا)۔

قومی اسمبلی میں دوسری ترمیم کا بل 7/ ستمبر 1974ء کو پیش کیا گیا۔ کارروائی کے تمام قوانین کو جو کہ اس آئین میں پارلیمانی کارروائی کو قابو میں رکھتے ہیں معطل کر دیا گیا۔ ان قوانین کے مطابق ایک بل پیش کرنے کے بعد اُسے متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی رپورٹ تیس دن کی مدت میں پیش کرے۔ اس کے بعد بل جملہ ترامیم اور درستگیوں کے بعد تمام اراکین میں سات دن کے اندر تقسیم کرنا ہوتا ہے جس کے بعد مزید دو دن درکار ہوتے ہیں اور صرف اس کے بعد ہی یہ بل عمل درآمد کے لئے بھجوایا جا سکتا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا بل اسی روز یعنی مورخہ 7/ ستمبر 1974ء کو ہی پاس کر دیا گیا۔

اس ذلت آمیز اور شرمناک طرز عمل کی بنا پر ایک بیمثال شخص کے تعلقات اپنے ملک کے ساتھ اختتام پذیر ہوئے۔ سلام ٹریسٹے میں اپنے گھر میں رہائش پذیر رہے اور اس عرصے میں اقوام متحدہ اور سٹاک ہوم عالمی امن کے ادارے میں تحقیق کے شعبے میں کام کرتے رہے۔ اسی عرصے میں انہوں نے انعامات پر انعامات اور اعزازات پر اعزازات حاصل کئے اور کئی ایک اکادمیوں اور سوسائیٹیوں کے ممبر منتخب ہوئے اور سائنس میں ڈاکٹریٹ کی 27 اعزازی ڈگریاں حاصل کیں اور ان کے تقریبا 250 مضامین سائنسی جرائد میں شائع ہوئے۔

افسوس کہ 1990ء کے اوائل میں وہ پشت کے اعصابی پٹھوں میں ایک انوکھی مرض کا شکار ہوئے جس کی وجہ سے انکی قوت گویائی اور جسمانی حرکات متاثر ہوئیں۔ انہوں نے 1996ء میں وفات پائی اور ان کی نعش کو پاکستان لایا گیا جہاں ربوہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ ربوہ جس کا نام بعد میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے بدل کر چناب نگر رکھ دیا تھا۔ سلام جو پوری دنیا میں ’’مسلمان نوبیل لارئیٹ‘‘ کے لقب سے مشہور تھے لیکن پاکستان میں اس حقیقت کا انکار کر دیا گیا جہاں ان کے کتبہ پر نہایت مضحکہ خیز طریقے سے مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی گئی ہے : ’’پہلے .... نوبیل لارئیٹ‘‘۔ اس میں مسلمان کا لفظ دردناک طریقے سے مٹا دیا گیا ہے۔

دیکھتے ہیں کہ (اُس وقت کے) وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کے کئے گئے اس بے حس عمل کو صدر پرویز مشرف ردّ کر پاتے ہیں یا نہیں تا کہ اپنے وقت کا ایک عظیم مسلمان سُکھ کی نیند سو سکے اور بہترین طریق سے لوگوں کی یادوں کا حصہ بن سکے۔

(روزنامہ ڈان 26 نومبر 2006)

الفضل خود بھی پڑھیے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینجر)

تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 3/ نومبر 2006ء کے خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے نئے سال کے اجراء کا اعلان فرمایا ہے۔

تمام امراء، صدران اور مبلغین کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ:

1۔ نئے سال کے وعدہ جات کے حصول کا کام بھرپور طریق سے شروع کروادیں۔

حضور انور نے وکالت مال کو ہدایت فرمائی ہے کہ پہلے تین ماہ یعنی 31/ جنوری 2007ء تک وعدہ جات کے حصول کا کام مکمل کروایا جائے۔

2۔ سال میں کم از کم دو، ہفتہ تحریک جدید، منائے جائیں۔

3۔ تحریک جدید کے 27 مطالبات جو جماعتوں کو عنقریب بھجوا دیئے جائیں گے جماعتوں میں ان میں سے جن مطالبات پر عمل پیرا ہونے کی اس وقت ضرورت ہے جائزہ لے کر کارروائی کی جائے۔

4۔ تحریک جدید کے مالی نظام میں ہر فرد جماعت کو شامل کرنے کے لئے ٹھوس بنیادوں پر کام کیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

صوفی سائنسدان

تحریر: محترمہ زینب محمود صاحبہ ۔
مطبوعہ: (دی فرائیڈے ٹائمز لاہور۔ 19/ نومبر 2004ء
انگریزی سے اردو ترجمہ : محمد زکریا ورک ۔

جھنگ کی کسان فیملی سے تعلق رکھنے والے اس شخص سے تو ہرکوئی واقفیت رکھتا ہے جو دنیا کے نامور سائنسدان کے طور پر مشہور ہوا۔ 1925ء میں جھنگ کے ایک معتبر شخص کی دعاؤں کے عوض خواب میں اس کی گود میں ایک بچہ رکھ دیا گیا۔ اس نے بچے کا نام پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا نام عبدالسلام ہے۔ جمعہ 29/جنوری 1926ء کے روز اس کے ہاں ایک لڑکا تولد ہوا اور اس نے اس کا نام عبدالسلام ہی رکھا۔ کچھ سالوں بعد اس بزرگ شخص نے ایک اور خواب میں سلام کو درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب اس نے بچے کو خطرے سے آگاہ کیا تو سلام نے جواب دیا: ابا جان آپ متفکر ہرگز نہ ہوں مجھے خوب معلوم ہے مَیں کیا کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر سلام درخت پر مزید چڑھتا گیا حتی کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ کشف شاید اس غیر معمولی زندگی کے بارہ میں اشارے تھے جو اس بچہ کی قسمت میں مقدر تھی۔

سن بلوغت میں ہی سلام کی قوت ادراک نے اس کے والدین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ سلام نے ابھی چلنا بھی نہیں شروع کیا تھا کہ اس کی والدہ نے اسے اخلاقی کہانیاں سنانی شروع کر دیں۔ اس نے ان کہانیوں کا ایک ایک لفظ حفظ کر لیا اور جب کبھی اس کی والدہ ان کہانیوں میں سے کوئی کہانی دوبارہ سنانا چاہتی تو سلام فوراً کہہ دیتا مجھے یہ کہانی خوب یاد ہے۔ سلام نے جب زندگی کے چھٹے زینہ پر قدم رکھا تو اس کو سکول میں چوتھی جماعت میں داخل کیا گیا۔ جب وہ بارہ سال کی عمر کو پہنچا تو اس نے میٹرک کا امتحان دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اول پوزیشن حاصل کر کے تمام پرانے ریکارڈ توڑ دئے۔

سلام نے گورنمنٹ کالج لاہور میں گریجوئیٹ کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے داخلہ لیا جہاں اسے راوی میگزین کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ جلد ہی وہ سٹوڈنٹ یونین کا صدر منتخب ہو گیا۔ چوتھے سال میں سلام نے (ہندوستان کے ممتاز ریاضی دان) سری نواس رامانوجن کے ریاضی کے ایک دقیق مسئلہ کا نہایت خوبصورت اور مختصر حل پیش کیا جسے اس سے قبل بڑے بڑے پروفیسر حل نہ کر سکے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی میں اس نے بی اے اور ایم اے کے امتحانوں میں پرانے تعلیمی ریکارڈ توڑ کر نئے ریکارڈ قائم کئے جن میں سے بعض ابھی تک قائم ہیں۔ اس کے بعد سلام نے کیمبرج میں ریاضی میں انڈر گریجوئیٹ پروگرام میں داخلہ حاصل کرنے کے لئے درخواست دائر کر دی۔ اس کے والد ماجد غیر ملک میں اس کی تعلیم کیلئے مالی طور پر متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ خوش قسمتی سے اس دور کے حکومت پنجاب کے ریونیو منسٹر سر چھوٹو رام جو خود ایک کسان فیملی سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ فنڈز جو جنگ عظیم میں استعمال کیلئے اکھٹے کئے گئے تھے وہ اب کسان فیملیوں کے ہونہار طلباء کے سکالرشپ کے لئے استعمال کئے جائیں۔

کیمبرج میں سلام کو احساس ہوا کہ اس کا علم دوسرے علوم کے بارہ میں قدرے محدود تھا، جس کے بارہ میں رومی نے ایک نظم میں اشارہ کیا تھا یعنی کنویں کا مینڈک۔ چنانچہ اس نے یہاں بھوکے انسان کی طرح کتابوں کا مطالعہ مختلف موضوعات پر شروع کر دیا جیسے صوفی ازم، فلاسفی، سیاسی و مذہبی تاریخ، سوشل سائنس، مسلمان سائنسدانوں کے کارنامے، صوفیاء اور دوسرے سائنسدانوں کے حالات زندگی۔ اس چیز نے اس کو اپنی پسندیدہ فیلڈ میں کامیابی حاصل کرنے میں بہت مدد کی۔ نیز اس چیز نے اس کے اندر تاریخ اور روحانی زندگی کے بارہ میں زبردست احساس کو جنم دیا۔ ریاضی میں ٹرائی پوز کی ڈگری (جس میں اسے wrangler کے ٹائیٹل سے نوازا گیا تھا) جلد حاصل کرنے کے ساتھ اس نے فزکس کی تین سال کی ڈگری ایک سال میں حاصل کر لی۔ چونکہ اس کے تھیوریٹکل پیپرز اعلیٰ قابلیت کے تھے اس لئے اس کے پروفیسر نے اس سے عملی تجربات کے بارہ میں استفسار کرنا ضروری نہ جانا اور اسے فرسٹ کلاس کی ڈگری دے دی۔

سلام کے ایک پروفیسر سر فریڈرک ہوئیل (Hoyle) نے اس کے بارہ میں کہا تھا: "برے اوقات میں میرے لئے یہ کام زیادہ بوجھل نہ ہوتا تھا جب مَیں عبدالسلام جیسے طالب علم کے ساتھ (ریاضی کے) گھمبیر مسائل میں گم ہو جاتا تھا۔ بہ نسبت ایسے طلباء کے جو (کلاس) میں یوں ہی بیٹھے رہتے اور کھڑکی سے باہر دور فضا میں ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہوتے۔ مؤخر الذکر طلباء کے ساتھ گویا انسان کو دو بھاری پتھر اونچائی کی طرف لے جانے ہوتے تھے ایک بھاری پتھر تو وہ ریاضی کا اصل مسئلہ ہوتا تھا اور دوسرا کند ذہن طالب علم کو وہ مسئلہ سمجھانا ہوتا تھا۔ عبدالسلام کے ساتھ انسان کو صرف ایک پتھر اونچائی کی طرف لے جانا ہوتا تھا کیونکہ وہ خود اس پتھر کو پوری قوت و استعداد کے ساتھ دھکیلتا تھا"۔

سلام نے پی ایچ ڈی کی ڈگری تھیوریٹکل فزکس میں 1952ء میں حاصل کر لی۔ باوجود اس کے کہ اسے (کیمبرج میں) وظیفہ کی پیش کش کی گئی تھی اس نے گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کے کام کو ترجیح دی۔ پروفیسر کیمر (Kemmer) جو سلام کا ریسرچ سپر وائزر تھا اس نے بالآخر سلام کو قائل کر لیا کہ وہ واپس کیمبرج لوٹ آئے۔ پروفیسر موصوف کے مطابق: "مجھے خوب احساس ہے کہ جب اسے لیکچرار کی ملازمت کی پیش کش کی گئی تو اپنے وطن کی خدمت کی ذمہ داری کے پیش نظر اس کیلئے اس کا قبول کرنا کافی مشکل تھا۔ میرے خیال میں چند ہی سالوں میں وہ اس قابل ہو جائے گا کہ ایڈوانس سٹوڈنٹس دنیا بھر سے اس سے تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئیں گے اور وہ جلد ہی اپنا سکول آف تھیوریٹکل فزکس قائم کر لے گا"۔ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

1957ء میں سلام امپیریل کالج میں سب سے چھوٹی عمر کا پروفیسر مقرر ہوا۔ سلام جس نے اپنی زندگی ایک دیہاتی بچے کے رنگ میں شروع کی تھی اور جس نے بجلی اس وقت دیکھی تھی جب وہ سولہ سال کا تھا کیمبرج آنے پر اس کا تعلق اس دور کے چند عظیم انسانوں سے قائم ہوا جیسے برٹرینڈ رسل، آئن سٹائین، آپن ہائمیر، وولف گانگ پالی، برٹرینڈ رسل سے ایک ملاقات کے دوران سلام نے جب دیکھا کہ وہ کس قدر خدا کی ہستی کے خلاف ہے تو سلام نے جواب دیا:

Without belief in God man is prone to many basic defects and history shows that those who do believe in God are able to sacrifice more and do better for the mankind in comparison to non believers

خدا تعالیٰ پر ایمان کے بغیر انسان میں بعض بنیادی نقص پائے جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں ان میں قربانی دینے اور انسانیت کیلئے فائدہ مند کام کرنے کی اہلیت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو دہریہ ہوتے ہیں۔

آئین سٹائن کے ساتھ پہلی ملاقات میں دونوں نے مذہب پر تبادلہ خیال کیا، ڈاکٹر سلام نے اس کے سامنے اسلام کے نظریہ توحید کی وضاحت کی پھر اس کے بعد دونوں میں گہرے دوستانہ تعلقات استوار ہو گئے۔

ڈاکٹر سلام کی روحانی اقدار اور صوفی ازم میں گہری دلچسپی ان کو دوسرے بڑے سائنسدانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ امپیریل کالج میں جب انہوں نے سب سے پہلا لیکچر دیا تو اس کا آغاز قرآن پاک کی آیت کی تلاوت سے کیا تھا۔ آپ کے ایک شاگرد پروفیسر ایم جے ڈف (یونیورسٹی آف مشی گن) نے بیان کیا" کہ ان کے لیکچر مسحور کن ہوتے تھے، ان کے خیالات میں مشرقی صوفی ازم کی چاشنی ہوتی تھی جو انسان کو سوچنے پر مجبور کر دیتی کہ ان کی عبقریت کی تہ تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر سلام کہا کرتے تھے کہ وہ اپنے سائنسی آئیڈیاز کیلئے بطلیموس، برونو، گیلی لیو کے نظریات سے انسپریشن لیتے ہیں جنھوں نے کائینات کی ساخت اور ترتیب پر سوال اٹھائے اور پھر اس میں پوشیدہ کارفرما عوامل کو دریافت کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ سائنسدان کے کئی روپ ہوتے ہیں جیسے صوفی، آرٹسٹ، یا دریافت کرنے والا۔ یہی وہ علمی و فنی روایتیں ہیں جنہیں بنیاد بنا کر (سائنسدان) اپنے سائنسی علم کو ایڈوانس کرتا ہے۔

پاکستان کیلئے خدمات

جنرل محمد ایوب خاں (صدر پاکستان) کے سائنسی ایڈوائزر کے طور پر انہوں نے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کی بنیاد رکھی۔ ڈاکٹر اشفاق (ڈائریکٹر پی اے ای سی 1998ء) پرانے ایام کی یاد تازہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: "اس بات کا سہرا ڈاکٹر سلام کے سر پر ہے کہ انہوں نے پانچ صد فزیسسٹ، ریاضی دانوں اور سائنسدانوں کے لئے ڈاکٹریٹ کرنے کا انتظام برطانیہ اور امریکہ کے بہترین تعلیمی اداروں میں کیا تھا۔" انہوں نے پاکستان میں سائینٹفک پلیٹ فارم بنانے کیلئے دن رات پوری دل لگی سے کام کیا۔ انہوں نے پاکستان کو پیش نظر مسائل پر اظہار خیال کیا اور ان مسائل کا عملی حل بھی پیش کیا۔ 1961ء میں ڈھاکہ میں ہونے والی آل پاکستان سائنس کانفرنس میں انہوں نے غربت اور ناخواندگی کو تیسری دنیا میں ختم کرنے کے بارہ میں ٹھوس تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے شہریوں اور حکومت سے اپیل کی کہ وہ سائنٹیفک سیکٹر کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان سے غربت ایک نسل کی مدت کے اندر اندر ختم کی جاسکتی ہے اگر حکومت اس ضمن میں ٹھوس Commitment کرے۔ انہوں نے قرآن پاک کا حوالہ دیا: اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا بِاَنْفُسِھِمْ (الرعد: 12) خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ اسکو خود اپنی حالت کو بدلنے کی فکر دامنگیر نہ ہو۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (PINSTECH)۔ سینٹر فار نیوکلئیر ریسرچ (اسلام آباد)۔ اور سپارکو SUPARCO کے قیام کے پیچھے بھی آپ ہی کا ہاتھ کارفرما تھا۔ انہوں نے پنجاب میں سیم اور تھور کا حل محنت شاقہ کے ساتھ تلاش کیا جو پاکستان میں زراعت کیلئے ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ سلام نے اس سنگین مسئلہ پر بہت سارے مضامین لکھے جو امریکہ کی کانگریس میں پیش کئے گئے تھے۔ سلام کی درخواست پر امریکی صدر جان ایف کینیڈی نے امریکی ماہرین زراعت کی ایک ٹیم پاکستان بھیجی جن کی محنت شاقہ اور حکمت عملی سے (پنجاب میں) لاکھوں ایکڑ زرعی زمین ضائع ہونے سے بچ گئی۔

ڈاکٹر سلام نے دن رات نہایت جانفشانی سے پوری لگن سے کام کیا کہ کسی طرح فزکس کا انسٹی ٹیوٹ کسی ملک میں قائم کر سکیں۔ جیسا کہ لوگ جانتے ہیں پاکستان نے اس ضمن میں کسی دلچسپی کا اظہار نہ کیا بلکہ اس دور کے فنانس منسٹر مسٹر محمد شعیب نے صدر ایوب خاں کو مشورہ دیا کہ پروفیسر موصوف سائنسدانوں کیلئے فائیو سٹار ہوٹل کھولنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام نے دل برداشتہ ہو کر کئی ایک یوروپی ممالک سے رابطہ قائم کیا۔ بالآخر ایسا سینٹر (انٹرنیشنل سینٹر فار تھیوریٹکل فزکس) 1964ء میں اٹلی میں قائم ہو گیا۔ سلام اس سینٹر کے تیس سال تک ڈائریکٹر رہے جس سے ترقی پذیر ممالک اور ترقی یافتہ ممالک کے درمیان سائنس کا ایک پل قائم ہو گیا۔ سائنس رائیٹر رابرٹ وال گیٹ نے ڈاکٹر سلام کے بارہ میں کہا تھا" وہ ایک ایسا انسان ہے جس پر وقت لاگو نہیں ہوتا، وہ دو دنیاؤں اور دو سائنسی پرابلم میں بٹا ہوا ہے، یہ دنیا کیلئے نقصان ہے کہ وہ دو زندگیاں نہیں پا سکتا۔"

1979ء میں ڈاکٹر سلام نے گرینڈ یونی فی کیشن تھیوری میں عالی شان ریسرچ کر کے فزکس کا نوبل انعام جیت لیا۔ اس تھیوری کیلئے ان کو انسپریشن ان کے مذہبی عقیدہ سے ملی کہ (فطرت کی تمام) قوتیں ایک ہی منبع سے نمود پذیر ہوتی ہیں۔ (لندن میں) اپنے گھر میں جب وہ گھنٹوں سائنسی ریسرچ میں مصروف ہوتے تھے تو ساتھ میں مطالعہ کے کمرے کے اندر نعت کی ٹیپ کیسٹ یا قرآن پاک کی تلاوت ٹیپ پر لگی ہوتی تھی۔ نوبل انعام وصول کرنے کی شاہی رسم کے موقعہ پر سلام نے اپنا قومی لباس زیب تن کیا ہوا تھا یعنی شیروانی، پگڑی اور کھسہ (پنجابی جوتا)۔ اس موقعہ پر سلام نے اپنی تقریر کا آغاز تلاوت قرآن پاک کی درج ذیل آیات سے کیا:

مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ۔ فَارْجِعِ الْبَصَرُ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ (الملک :4)

نوبل انعام جیتنے کے بعد سلام نے وطن عزیز کا دورہ کیا۔ ایک موقعہ پر وہ ڈاکٹر عثمانی کے ہمراہ (کار میں) سفر کر رہے تھے تو سلام نے کہا کہ انہیں گورنمنٹ کالج لاہور جانا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی نے جواب دیا کہ اس وقت کالج میں تعطیلات کے ایام ہیں اس لئے وہاں کوئی بھی نہ ہوگا۔ ڈاکٹر سلام نے کہا: جس شخص سے مجھے ملنا ہے وہ شرطیہ طور پر وہاں ہوگا۔ جب ان کی کار کالج کے قریب چند ورکرز کے پاس پہنچی تو ڈاکٹر سلام کار سے نکلے، ایک ملازم سے مصافحہ کر کے اسے سینے سے لگا لیا۔ ڈاکٹر عثمانی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ڈاکٹر سلام نے کہا اس محترم کا نام سیداں ہے جو نیو ہوسٹل کی کھانے کی میس میں ملازم ہے۔ جب میں یہاں طالب علم تھا تو وہ (میرے کہنے پر) میرے ہوسٹل کے کمرہ کو باہر سے تالا لگا دیا کرتا تھا اور میرا کھانا مجھے کھڑکی کے راستہ دیا کرتا تھا۔

اساتذہ کا احترام

جن لوگوں نے ڈاکٹر سلام کی ان کی زندگی میں کسی بھی رنگ میں مدد کی تھی انہوں نے ان کو کبھی فراموش نہ کیا۔ جب وہ کیمبرج میں لیکچرار تھے تو وہ اپنے مفلس یا ریٹائرڈ اساتذہ کو

امدادی رقم بھجوایا کرتے تھے۔ وہ اپنے تمام اساتذہ کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب وہ بھارت کے سرکاری دورہ پر گئے تو انہوں نے تاکید کی کہ ان کے تمام ہندو اور سکھ اساتذہ جو ہجرت کر کے وہاں آباد ہو گئے تھے ان کو ایسے تمام فنکشن میں مدعو کیا جائے جو ان کی عزت افزائی کیلئے ترتیب دئے گئے تھے۔ ڈاکٹر سلام کو 274 ،ایوارڈ ،ڈگریاں اور انعامات دئے گئے تھے جن میں اکثر کے ہمراہ خطیر رقم کے کیش ایوارڈ بھی ہوتے تھے۔ انہوں نے انعامات میں ملنے والی تمام رقوم سے مستحق طلباء کے لئے سکالرشپ شروع کیا تا اس سے نادار افراد کی مدد کی جاسکے۔

بھارت کے دورہ کے دوران ان کا استقبال ہیرو کے طور پر کیا گیا۔ (وزیر اعظم) اندرا گاندھی پر آپ کے رعب اور جلال کا اس قدر اثر تھا کہ اس نے آپ کے برابر بیٹھنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کے قدموں میں فرش پر بیٹھی رہی۔ انڈیا میں جب طلباء نے آپ سے سوال کیا کہ نوبل انعام ملنے کے بعد آپ میں کیا تبدیلی آئی ہے تو آپ نے جواب دیا:

”سب سے بڑی تبدیلی تو یہ آئی ہے کہ اب میں ان (ذی اثر) لوگوں سے مل سکتا ہوں جن سے میں ملنا چاہتا تھا، اور اب ان کی مدد سے اور خدائے تعالیٰ کی مہربانی سے میں اب تھرڈ ورلڈ کے بہت سارے ابھرتے ہوئے سائنسدانوں کی مدد کر سکتا ہوں۔ اس کے ماسوا میرے لئے نوبل انعام کوئی وقعت نہیں رکھتا۔“

دنیا میں صرف ایک ہی ہیر

ایک دفعہ ایک جرنلسٹ نے پوچھا کہ غیر معمولی کامیابیوں کے حاصل کرنے کے بعد آپ کیسا محسوس کرتے ہیں کہ جھنگ کا چھوٹا سا قصبہ جو ہیر کے عشقیہ قصے کی وجہ سے مشہور تھا اب اس صدی کے ایک عظیم سائنسدان کا آبائی قصبہ ہونے کی وجہ سے معروف ہے۔ سلام نے نہایت حلیمانہ انداز میں بذلہ سنجی سے جواب دیا: اس وقت دنیا میں 325 سے زیادہ نوبل لارئیٹ ہیں لیکن دنیا میں صرف ایک ہی ہیر ہے۔

1988ء میں آپ کو لاہور میں فیض میموریل لیکچر دینے کیلئے مدعو کیا گیا۔ اس تقریر کے متن سے آپ کی منکسر المزاجی اور فطری حجاب کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے تسلیم کیا کہ فیض احمد فیض جو عشق اور حسن کی دنیا میں رہتا تھا اور جو اس کے ماحول میں چھایا ہوا تھا، اس کے مقابلہ میں مَیں جو خشک بے رنگین ایٹم کی دنیا کا مکین ہوں بہت کم تر انسان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کا آٹھواں حصہ مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ تفکر و تدبر کو اوڑھنا بچھونا بنائیں، سوال اٹھائیں اور فطرت کی قوتوں کو انسانیت کے فائدہ کے لئے مسخر کریں۔ آپ نے فرمایا کہ فیض ایک ایسا جلیل القدر انسان تھا جس نے اس چیلنج کو قبول کیا جیسا کہ ہر مومن کو کرنا چاہئے۔ آپ نے روحانی شاعری اور سائنس میں مطابقت بیان کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح دونوں ایک ہی نصب العین کی طرف لے جاتے ہیں تا خدائے کریم کی پیدا کردہ فطرت کے رازوں سے پردے اٹھائے جاسکیں۔ نیز شاعر اور سائنسدان دونوں کس طرح اسی منبع سے وجدان پاتے ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ فیض اور مجھ میں ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ ہم دونوں اپنے ہی وطن میں نا قابل قبول انسان مانے جاتے ہیں۔

زندگی کا آخری حصہ جو آپ نے زیادہ تر برطانیہ میں گزارا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان آنے سے کیوں کتراتے ہیں؟ آپ نے اس کا نہایت سیدھا سادہ، ایمان دارانہ جواب یہ دیا کہ یہ پاکستان ہے جو مجھے واپس لینے میں کنّی کتراتا ہے۔ ڈاکٹر سلام کو کئی ممالک کی طرف سے شہریت کی پیش کش کی گئی، بشمول کویت اور اردن کے بلکہ ان ممالک نے ان کو یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل کے لئے نامزد کرنے کا بھی کہا۔ (وزیر اعظم) جواہر لال نہرو نے آپ کو دعوت دی کہ آپ بے شک اپنی طے شدہ شرائط پر ہمارے ملک میں ہجرت کر آئیں ہمیں تمام شرائط منظور ہوں گی۔ جب برطانیہ کی حکومت نے آپ کو مطلع کیا کہ کوئین ایلز بیتھ آپ کو سر کا خطاب دینا چاہتی ہے تو آپ نے اس خطاب یعنی KBE(Knight Commander of British Empire) کو لینے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ صرف برطانوی شہریت رکھنے والے لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ (تاہم آپ کو اعزازی سر کا خطاب دیا گیا تھا، مترجم)۔ ڈاکٹر سلام تمام زندگی پاکستان کے معزز شہری رہے اور تن تنہا وطن عزیز کیلئے (علمی) جنگوں میں برسر پیکار رہے۔

پاکستان کے ایٹمی ادارہ PAEC کے سابق چیئرمین ڈاکٹر منیر احمد خاں نے نومبر 1997ء میں ڈاکٹر سلام کی وفات کے ایک سال بعد مندرجہ ذیل مدحیہ الفاظ کہے:

”ہم پاکستانی چاہیں تو ڈاکٹر سلام کو فراموش کر دیں مگر دنیا ہمیشہ ڈاکٹر سلام کو یاد رکھے گی“۔ مشہور زمانہ صحافی جمیل الدین عالی نے ایک دفعہ اخبار میں مضمون لکھا جس کا عنوان کچھ یوں تھا مشرق کے دو نا کام ہیرو پوری دنیا میں امام مانے جاتے ہیں۔ یہاں اس کا اشارہ ڈاکٹر سلام اور مدر تھریسا کی طرف تھا۔ مدر تھریسہ کو عنقریب سینٹ ہوڈ کا لقب دے دیا جائے گا۔ اگر چہ پوری دنیا میں ڈاکٹر سلام کی یاد میں تزک و احتشام سے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں، ان کے اپنے ملک میں ان کی عزت و عصمت تعصب اور بے پرواہی کے دبیز پردوں کے نیچے مدفون ہے۔ ان کا نام سکول کی ٹیکسٹ بکس، اہم کتابوں اور معروف رسالوں سے خارج کیا جا چکا ہے۔ یہ بلاشبہ ہمارا اپنا ہی نقصان ہے۔

تحریر: کے۔ کے۔ کٹیال (K.K.Katyal)

(سابق، ایسوسی ایٹ ایڈیٹر دی ہندو، نیو دہلی)

بشکریہ دی فرائی ڈے ٹائمز۔ لاہور۔ **12 دسمبر 2004ء**

انگریزی سے اردو ترجمہ محمد زکریا ورک۔

میرا دوست۔ جھنگ کا عبقری

لاہور کے اخبار دی ڈیلی ٹائمز میں میری حالیہ وزٹ کے دوران ڈاکٹر عبد السلام، نوبل لارئیٹ پر ایک مضمون پڑھ کر میرے دل میں اس خواہش نے جنم لیا کہ میں بھی اس عظیم انسان کے بارہ میں اپنی یادداشتوں کو قلم بند کروں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میری اس سے ذاتی واقفیت ایم بی مڈل سکول اور گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج، جھنگ کے شروع ایام میں ہوئی۔ لیکن میری ساؤتھ ایشیا فری میڈیا ایسوسی ایشن کے ساتھ مشغولیت اور اس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس "میڈیا اینڈ ری کان سی لیشن ان ساؤتھ ایشیا" میری اس خواہش کی تکمیل میں رکاوٹ بنے رہے۔

(انڈیا) واپس آنے پر مَیں نے اپنے خیالات کو مرکوز کرنا شروع کیا۔ یہ ایک مشکل کام تھا۔ چھ دہائیاں گزرنے کے باوجود پرانی یادیں یکے بعد دیگرے آنکھوں کے سامنے بجلی کی کوند کی مانند آنا شروع ہو گئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ برصغیر ہندوستان کے بٹوارے کے بعد مجھے عبد السلام سے ملنا ممکن نہ ہو سکا تاہم 1979ء میں جب اسے نوبل انعام نوازا گیا تو وہ بھارت کے دورہ پر آیا۔ تب اس سے ہونے والی ملاقات میرے لئے ایک کڑا جذباتی تجربہ تھی۔

1938ء میں ایک روز ماسٹر کیسر داس جو ہمارے سکول میں ایک فدائی ٹیچر تھا اور جو ہم میں سے کچھ کی تعلیم میں سکول کے اوقات کے دوران اور اس کے بعد بھی ذاتی دلچسپی لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسی نصیحت کی جو بظاہر بہت دلچسپ نظر آتی تھی۔ " اس لائق لڑکے کے ساتھ میل جول رکھنا اس کی گائیڈنس تمہارے لئے سکالرشپ حاصل کرنے میں لازماً ممد ثابت ہو گی۔" اور یقیناً ایسا ہی ہوا۔ یہ لائق لڑکا بھلا اور کون تھا ماسوا عبد السلام کے۔

مَیں نے اس سے قدرے تذبذب اور خوف کے ساتھ پہلی ملاقات کی۔ ایسے لڑکے جو سکول کالج میں اول آتے یا ذہین لڑکے عموماً اکثر صورتوں میں گستاخ پائے جاتے یا پھر اپنے سے کم ذہین طالب علموں کیلئے ان کے پاس کم ہی وقت ہوتا ہے۔ لیکن میرا اندیشہ غلط ثابت ہوا۔ کوئی غلط فہمی والی صورت حال پیدا نہ ہوئی۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ کیا مَیں اس سے کسی مسئلہ کے سمجھنے کیلئے ملاقات کر سکتا ہوں۔ اس نے مجھے مکمل یقین دہائی کرائی۔ چنانچہ کسی نہ کسی مسئلہ کو سمجھنے کیلئے مَیں اس سے ملتا رہا اور ہر بار میں نے اسے صبر والا پایا اور وہ ہر مسئلہ پوری محنت کے ساتھ مجھے سمجھاتا رہا۔ جو امر بظاہر مشکل نظر آتا تھا اس کی توضیح کے بعد آسان نظر آنے لگتا تھا۔

میرا اس کے ساتھ ایک اور تعلق بھی پیدا ہو گیا۔ سکول کے ایام کے دوران جرنلزم کے فطری تجسس کی وجہ سے مَیں دو اخبارات کے دفاتر کے چکر لگایا کرتا تھا جو جھنگ سے اس وقت شائع ہوتے تھے یعنی جھنگ سیال اور عروج۔ عروج ڈسٹرکٹ بورڈ کی پبلی کیشن تھا جسے ایجوکشن ڈی پارٹمنٹ کا ایک سٹاف ممبر ایڈٹ کرتا تھا یعنی اس دور کا ممتاز شاعر مجید امجد۔ ڈسٹرکٹ بورڈ آفس کے چکروں کے دوران امجد کے قریبی دوست اور شریک کار چوہدری محمد حسین کے ساتھ بھی میری شناسائی ہو گئی۔ آپ عبد السلام کے والد ماجد تھے۔

اس شناسائی کی بنا پر میرا عبد السلام کے گھر وقتاً فوقتاً گائیڈنس کیلئے آنا جانا شروع ہو گیا۔ یہ ایک معمولی سا گھر تھا۔ عبد السلام کا مطالعہ کے کمرے کی دیواروں پر گارے والی مٹی کا لیپ لگا ہوا تھا۔ ایک چارپائی اینٹوں پر رکھی ہوئی تھی اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا میز جس پر کتابیں تہ بہ تہ رکھی ہوئیں تھیں۔ اکثر کتابوں کے حاشیے اس کے نوٹس سے لبریز تھے۔ کچھ سال قبل مَیں اس گھر کو دیکھنے دوبارہ گیا جو اگر چہ حکومت پاکستان نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہوا ہے مگر بڑی قابل رحم حالت میں تھا۔ باوجودیکہ مَیں نے اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف سے مکان کی بری حالت کے بارہ میں شکایت کی، مگر اس کی مرمت کیلئے کچھ بھی نہ کیا گیا۔

عبد السلام کے ساتھ میری کوئی گہری بے تکلفی والی دوستی نہ تھی بلکہ قریبی شناسائی تھی۔ چشموں والا دبلا لڑکا، شلوار قمیض اور پگڑی پہنے جو کالج کے احاطہ میں سائیکل پر جا رہا ہوتا تھا وہاں اکثر دیکھنے میں آتا تھا۔ جو اعزاز اس نے تعلیم میں اور مباحثوں میں حاصل کئے ان کی شہرت عموماً سننے میں آتی تھی۔ جب عبد السلام نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کر لیا تو اس کے والد نے ڈویژنل انسپکٹر آف ایجوکیشن سے اپنے بیٹے کی ملازمت کیلئے ملاقات کی کیونکہ ان کی فیملی اس کی ہائر ایجوکیشن کیلئے تعلیمی اخراجات برداشت نہ کر سکتی تھی۔ انسپکٹر نے اس کے والد سے التماس کی کہ وہ ہونہار بیٹے کو مزید تعلیم حاصل کرنے دیں۔ نوجوان طالب علم کیلئے ایک سکالرشپ کا انتظام ہو گیا اور یہ صورت حال بدل گئی۔ اس واقعہ کو کرشمہ سے کم نہیں تسلیم کیا جا سکتا کہ یوں بیسویں صدی کا ایک ذہین ترین دماغ کلرک کی ملازمت میں متاع عزیز کھپانے سے بچ گیا۔

سلام کے جملہ اساتذہ میں سے کسی کو بھی ذرا شک نہ تھا کہ اس عبقری بچے میں کس قدر خوابیدہ قوت موجود ہے۔ " سلام کی قسمت میں مقدر ہو چکا ہے کہ وہ نہ چھوئے جانے والی بلندیوں کو چھوئے گا " یہ فقرہ اردو کے استاد صوفی ضیاء الحق اکثر دہراتے تھے جو بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی کے استاد کے طور پر ریٹائر ہوئے۔ عبد السلام کے فزکس کے ٹیچر ہنس راج بھٹلہ بھی اس سے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ عبد السلام کی دہلی وزٹ کے دوران میں نے ان دو پروفیسروں کے بارہ میں بہت کچھ سنا۔ ہنس راج کو تو وہ اپنے ساتھ ان تمام یونیورسٹیوں کے دوروں پر لے گیا جنہوں نے نوبل لارئیٹ کو مبارکباد دی تھی۔ یہ تشکر کے جذبہ کا نرالا اظہار تھا۔

یہ وہی عبد السلام تھا جو 1979ء میں نوبل انعام ملنے کے بعد دہلی آیا مگر قدرے بدلا ہوا۔ بھرے ہوئے جسم اور ڈاڑھی سے مرصع چہرہ کے ساتھ فزکس کے میدان میں دنیا بھر سے ملنے والی اس کی علمیت کی قدر شناسی۔ نیو دہلی میں میرے گھر عصرانے کے دوران اس نے اپنی شخصیت کی تمام امتیازی اوصاف کو بڑے ساحرانہ انداز میں بیان کیا۔ سب لوگوں پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ وہ اپنے دیس کی مٹی سے بنا انسان تھا جس نے خالص جھنگی زبان میں بات چیت کی۔ نوبل انعام کی تقریب کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اس نے بتلایا کہ کس طرح وہ سر پر ایسی پگڑی پہننے پر مصر تھا جس میں کلغی بنی ہو۔ سویڈن میں ایسی پگڑی کا دستیاب ہونا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا تاہم اس نے پگڑی پاکستانی سفارت خانے کے ملازم سے حاصل کر لی مگر اس میں لگی کلف نے بڑی مشکل سے دوچار کر دیا۔ اس تقریب کی تصاویر اگلے روز اخبارات کی زینت بنیں جس میں سلام سویڈن کی ملکہ کے ساتھ گفتگو کے دوران اس کی جانب جھکا ہوا ہے۔ اس تصویر کے نیچے لکھا ہوا تھا: ڈاکٹر سلام کے کیا ارادے ہیں؟

انعام ملنے کے بعد اس کے بچوں نے اس سے انعامی رقم میں کچھ کا مطالبہ کیا مگر اس نے ان کو بتلایا کہ یہ رقم تو صرف کسی چیریٹی (نیک مقصد) کیلئے خرچ کی جائیگی۔ اس کے بچوں نے مزاحیہ طور پر جواب دیا کیا چیرٹی اپنے ہی گھر سے شروع نہیں ہوتی؟ تاہم سلام نے ان سے اتفاق نہ کیا۔ یہ رقم ایک طور سے اپنے ہی گھر پر خرچ کی گئی یعنی رقم کا کثیر حصہ جھنگ کے گورنمنٹ کالج کو دے دیا گیا جس میں عبد السلام سائنس بلاک تعمیر کیا گیا ہے۔

دوستانہ گفتگو کے ماحول میں کئی موضوعات پر اس نے اظہار خیال کیا۔ دعوت میں موجود ایک مہمان نے جب برہم ہو کر کہا کہ انڈیا اور پاکستان کے تعلقات کی حد ہو گئی آیئے اب فیصلہ کریں یا یوں ہو گا یا ایسے ہو گا۔ ڈاکٹر عبد السلام نے جواباً کہا: لگتا ہے کہ ہمارا عزیز دوست کسی قسم کا کنٹریکٹر ہے۔

ایک اور دوست نے سوال کیا کہ کیا مذہب اور سائنس متضاد چیزیں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہر گز نہیں، اس کے ساتھ اس نے قرآن کی آیات کے حوالے دئے۔

ایک اور صاحب نے سوال کیا سادہ الفاظ میں مجھے اپنی تھیوری بتلائیں جس کی بناء پر آپ کو نوبل انعام ملا ہے۔ سلام نے جواب دیا: مَیں نے فطرت کی مختلف قوتوں میں سے دو کو ایک ثابت کیا ہے اب میں باقی ماندہ کو ایک ثابت کرنے کی کوشش میں ہوں۔ ہائے افسوس کہ وہ اپنے مقصد کو نہ پا سکا۔

وہ امتیازی اوصاف جو اس کی بچپن کی زندگی میں اجاگر تھے وہ زندگی کے بعد والے حصہ میں خوب نکھر کر سامنے آئے: ذہانت، عاجزی، دوسروں کو علم سکھانا، اپنے وطن سے محبت، اور مذہبی رجحان۔ یقیناً وہ باقی ماندہ انسانوں سے ایک گز اونچا تھا۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TLU.K.

’’الفضل ڈائجسٹ‘‘ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

پروفیسر ڈاکٹر سید اختر اورینوی

پروفیسر ڈاکٹر سید اختر اورینوی اردو ادب کا ایک بڑا نام ہے۔ اختر اورینوی ایک صاحب طرز ادیب، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، ناول نگار، تنقید نگار اور شاعر تھے۔ روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 20/اگست 05ء میں مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب سے محترم پروفیسر صاحب کی شخصیت اور خدمات سے متعلق ایک تفصیلی مضمون شامل اشاعت ہے۔

اختر اورینوی 19/اگست 1912ء کو صوبہ بہار کے قصبہ کاکو میں پیدا ہوئے۔ اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت سید وزارت حسین صاحبؓ سے حاصل کی۔ گھرانہ بہت مذہبی تھا۔ آپ کا بیان ہے کہ میرے چچا اور والد آریوں اور عیسائیوں کے مباحثوں کے قصے سناتے اور ہمیں کلام پاک پڑھاتے تھے۔ روزانہ صبح کے بعد درس ہوتا۔ والد صاحب کو ادبی ذوق بالکل نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے ایک کتاب ’’مرآۃ الجہاد‘‘ لکھی تھی۔ چچا کو ادبی ذوق بھی بہت تھا۔

اختر کو حضرت مولانا حکیم خلیل احمد مونگھیریؓ سے بھی تحصیل علم کا موقع ملا۔ 1926ء میں میٹرک میں وظیفہ حاصل کیا۔ 1934ء میں B.A. آنرز انگریزی کے امتحان میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ 1936ء میں ایم اے اردو فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ 1938ء میں پٹنہ کالج میں ہی اردو کے لیکچرار ہوئے۔ 1965ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے ایک پُرمغز مقالہ ’’بہار میں اردو کا ارتقاء‘‘ لکھ کر ڈی لِٹ کی ڈگری حاصل کی۔ 1952ء سے تاوفات 1975 پٹنہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو رہے۔

اختر صاحب کا مذہب سے عشق ایک وارفتگی لئے ہوئے تھا۔ آپ مذہب اور ادب کا حسین امتزاج تھے۔ آپ ایک واقف زندگی تھے اور آپ نے وقف کے عہد کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال تھی تو ٹائیفائیڈ کا حملہ ہوا۔ چالیس دن سرسامی کی کیفیت رہی۔ والد صاحب اُس وقت وقف فی الدین کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمائی۔ پھر بار بار مہلک بیماریوں کا حملہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے شفاء دی۔ جب بڑے ہوئے تو والد نے آپ کو وقف کے عہد سے مطلع کیا۔ آپ رضامند ہوگئے اور میڈیکل کالج میں پڑھنا شروع کیا۔ لیکن وہاں سل کا حملہ ہوا اور برسوں بیمار رہے۔ لیکن یہ طے کرلیا کہ وقف کے عہد کو نہیں توڑیں گے۔ چنانچہ حالات حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں لکھ بھیجے۔ حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ کے حالات کے پیش نظر آپ کو ملازمت کی اجازت دی جاتی ہے۔ آپ کے لئے یہی وقف شمار ہوگا۔ آپ جہاں بھی ہوں زبان وقلم اور دوسرے اعمال کے ذریعہ خدمت دین کرتے رہیں۔

جب 42-1941ء میں حضورؓ نے نوجوانوں کو وقف کی تحریک کی تو آپ نے بھی خود کو پیش کر دیا۔ تب آپ لیکچرار تھے۔ جواباً حضورؓ نے فرمایا کہ آپ جہاں ہیں وہیں رہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دلوں کے دروازہ پر کھڑا کیا ہے، خدمت دین میں لگے رہیں۔

ساری زندگی آپ بہت پُرجوش داعی الی اللہ رہے۔ اگرچہ کمزور صحت کے مالک تھے اور بیماریاں بار بار حملہ آور ہوتی رہیں لیکن آپ نے اردو ادب کے لئے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا اور اپنی ادبی صلاحیتوں کا لوہا اپنوں اور غیروں سے منوایا۔

آپ کی تصنیفات میں ڈرامہ (شہنشاہ حبشہ)، ناول (حسرت تعمیر، کارواں)، افسانوں کے کئی مجموعے، تنقیدی اور تحقیقی تصانیف، شعری مجموعے (انجمن آرزو، ایک زیرطبع)، اداریے (’’معاصر‘‘ پٹنہ کے 1940ء تا 1947ء تک اداریے مستقل طور پر لکھتے رہے)۔ نیز کئی ریڈیائی ڈرامے، ریڈیائی تقاریر اور ادبی سماجی مذہبی موضوعات پر سینکڑوں تقریریں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی موضوعات پر کئی مضامین الفضل قادیان اور بدر قادیان میں شائع ہوئے۔ قرآن کریم کی کئی سورتوں کی تفسیریں بھی لکھی ہیں۔ جلسہ سالانہ قادیان پر صدارت اور تقاریر کا موقع بھی ملتا رہا۔

1930ء میں ترقی پسند مصنفین کی تحریک کا آغاز ہوا تو اختر اس میں شامل ہوگئے تھے۔ وہ کمیونزم سے شدید متاثر تھے۔ لیکن 1942ء میں قادیان تشریف لے گئے اور ایک ماہ تک قیام کر کے حضرت مصلح موعودؓ سے سوالات کر کے تسلّی حاصل کی اور پھر ترقی پسند مصنفین کے ناقد بن گئے۔

آپ حضرت مصلح موعودؓ کی دلآویز شخصیت سے بہت متاثر تھے جس کا آپ مختلف تقاریر اور انٹرویوز میں اظہار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ پاکستان کے نامور ادیب جناب محمد طفیل صاحب ایڈیٹر ’’نقوش‘‘ نے آپ پر ایک تفصیلی مضمون لکھا جس میں اس پہلو کا بھی خاص طور پر ذکر کیا۔ آپ نے حضورؓ کی سیرت پر بہت خوبصورت کتاب بھی تصنیف فرمائی تھی۔

انجمن ترقی پسند مصنفین کے آپ اپنی سرکاری ملازمت کے باعث کبھی باضابطہ ممبر نہ رہے۔ حالانکہ آپ کو صوبہ بہار کی اردو شاخ کی صدارت کی پیشکش بھی کی گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ترقی پسندی اور اشتراکیت ہم معنی الفاظ نہیں سمجھے جاتے تھے۔ بعد میں اشتراکی ادیبوں نے کانگریس سے نکل کر انجمن ترقی پسند مصنفین کو ایک اشتراکی ادارہ بنا دیا اور اُس مصنف کو جو اشتراکی نقطہ نظر کی حمایت یا اشاعت نہ کرتا ہو، اُسے اپنے حلقے سے خارج کر دیا۔ اختر کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے انسانیت کو ایک ناقابل تقسیم وجود سمجھ کر فلسطین کی تقسیم کے خلاف اور مظلوم عربوں کی ہمدردی میں ایک افسانہ لکھا جس میں امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ اشتراکی روس کی بھی مذمت کی جس نے دنیا کی ایک پس ماندہ قوم کے خلاف سازش میں حصہ لیا تھا۔ اس مضمون کی اشاعت پر انہیں رجعت پسند کا خطاب عطا ہوا اور ہر طرف سے مخالفت ہوئی لیکن اس کے باوجود آپ تعصب اور تنگ نظری سے دُور رہے۔ تحمل اور رواداری آپ کی بڑی خوبی تھی۔ عقیدہ کے معاملہ میں بہت ہی پختہ انسان تھے اور جرأت کے ساتھ اس کا اعلان کرتے تھے۔ اس معاملہ میں نہ کسی بڑی شخصیت سے مرعوب ہوتے اور نہ ہی عقیدہ اور مصلحت میں مفاہمت کے قائل تھے۔ پُرجوش داعی الی اللہ تھے اور کئی افراد آپ کے ذریعے حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

تقسیم ہندوستان کے بعد آپ پٹنہ میں ہی رہے اس لئے پاکستان کے قارئین آپ کے نام اور کام سے خاطر خواہ آگاہ نہ ہوسکے۔ اس کے باوجود نامور محقق اور تنقید نگار ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنی کتاب اردو تنقید کا ارتقاء میں اختر اورینوی کی تنقید نگاری کے محاسن کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر اعجاز حسین بٹالوی۔ پروفیسر آل احمد سرور نے اختر اورینوی کے فن پر مضامین لکھے ہیں۔ پاکستان کے نامور علمی اور ادبی رسالے ’’نقوش‘‘ کے ایڈیٹر جناب محمد طفیل نے ایک تفصیلی مضمون آپ کے بارہ میں شائع کیا نیز آپ کے متعدد مضامین اور افسانے بھی اس میں شائع ہوئے۔ ہندوستان کے مشہور ادبی رسالے ساغر پٹنہ نے 516 صفحات پر مشتمل اختر اورینوی نمبر جنوری 1965ء میں شائع کیا تھا جس میں آپ کے فن اور شخصیت پر نہایت بلند پایہ تحقیقی مضامین شامل کئے گئے۔

ملاوی

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 22/اگست 05ء میں وسطی افریقہ کے ملک ملاوی کا تفصیلی تعارف شامل اشاعت ہے۔

ملاوی ایک چھوٹا سا ملک ہے اور سارا سطح مرتفع کہلاتا ہے۔ زمین پتھریلی۔ مٹی کالی اور سرخی مائل ہے۔ اس مٹی میں خوبصورت رنگوں میں پتھر بکھرے پڑے ہیں۔ ملاوی ایک سرسبز وشاداب ملک ہے۔ ہر طرف لہلاتے کھیت، سرسبزو شاداب درخت ہی درخت نظر آتے ہیں۔ اس کے ہمسایہ ممالک موزمبیق، زیمبیا اور تنزانیہ ہیں۔ ملاوی کا نام جھیل ملاوی کی بناء پر ملاوی ہے۔ یہ افریقہ کی تیسری بڑی جھیل ہے۔ اس کی لمبائی 580 کلومیٹر اور چوڑائی 16 کلومیٹر اوسطاً ہے۔ یہ جھیل ملک کے بیس فیصد رقبہ پر محیط ہے۔ شمال میں پہاڑوں کا ایک خوبصورت سلسلہ ہے جہاں بلندترین پہاڑ دس ہزار فٹ بلند ہیں۔

ملاوی کا رقبہ 118484 مربع کلومیٹر ہے۔ ملاوی کا کسی زمانہ میں نیاسالینڈ نام تھا۔ 1953ء میں رہوڈیشیا فیڈریشن کا حصہ بنایا گیا۔ اس کے بعد 1964ء میں ڈاکٹر ایچ کموزو بانڈا کی سرکردگی میں آزاد ہوا اور انہوں نے ہی اس کا نام ملاوی جمہوریہ رکھا۔ 14 جون آزادی کا دن ہے اور 4 جولائی یومِ جمہوریہ ہے۔ ملک میں مکمل دینی اور مذہبی آزادی ہے۔ کرنسی ملاوین کواچہ ہے۔

ملاوی میں کئی بڑے اور خوبصورت شہر ہیں۔ لوگ مہذب ہیں، جفاکش، محنتی اور بردبار ہیں۔ لیلونگ وے ملک کا دارالحکومت ہے۔ آبادی سات لاکھ ہے۔ سڑکیں کشادہ اور ہموار ہیں۔ یہ ملاوی کا صنعتی شہر بھی ہے۔ کاروبار پر گجرات، کاٹھیاواڑ اور جوناگڑھ سے تعلق رکھنے والوں کا قبضہ ہے۔ شہروں میں رہنے والوں کے پاس اپنی گاڑیاں ہیں۔ لیلونگوئے میں کوئی پبلک ٹرانسپورٹ نہیں ہے۔ نہ عام ٹیکسی، نہ کوچ، نہ بس، صرف مضافات کو جانے کیلئے پبلک ٹرانسپورٹ ہے۔ سارے شہر میں ٹریفک پولیس کا کوئی سپاہی بمشکل نظر آئے گا۔ لوگ ذہنی طور پر اتنے بلند ہیں کہ وہ دیدہ دانستہ ٹریفک کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

ملاوی ایک زرعی ملک ہے۔ 85 فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے۔ تمباکو، چائے، کافی، گنا، مکئی، شکرقندی، کساوا ملک کی اہم پیداوار ہیں۔ ملاوین کی خوراک مکئی ہے۔ چاول بھی کھاتے ہیں۔ صنعت و حرفت بہت کم ہے۔ زیادہ انحصار درآمدات پر ہے۔ چاول کئی ممالک سے درآمد ہوتا ہے۔

ملاوی کے دو موسم ہیں۔ مئی سے اگست تک سردی ستمبر سے اپریل تک گرمی، نومبر و دسمبر گرم ترین مہینے ہوتے ہیں۔ جھیل ملاوی کے اردگرد کا علاقہ خشک و ٹھنڈا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سیاحوں کا رش ہوتا ہے۔ ایک لحاظ سے ملاوی کی سب بڑی آمدن سیاحت ہی سے ہے۔

جنگلات بڑی تعداد میں ہیں اس لئے لکڑی وافر مقدار میں دستیاب ہے۔ کثیر تعداد میں جنگلی حیات کا وجود ہے۔ شکار پر پابندی ہے۔ بہت بڑی تعداد میں نیشنل پارک ہیں جہاں جنگلی حیات میں ہاتھی، گینڈا، چیتا، شیر، ببر شیر، لگڑ بگڑ، تندوا، ہرن، چیتل، شترمرغ وغیرہ عام ملیں گے۔ گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، کتے، بلیاں، گدھا، گھوڑا اور بیل وغیرہ شہر میں کسی بھی جانور کو رکھنے کی اجازت نہیں۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ یکم جولائی ۲۰۰۵ء میں شامل اشاعت مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب کی نظم ’’جان و دل کے سہارے‘‘ سے چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

سب منتظر ہیں آقا ہمارے کب آئیں گے
آنکھیں ترس گئی ہیں پیارے کب آئیں گے
ہر شخص بحر ہجر کی لہروں کے دوش پر
دیکھے ہے بیکسی سے کنارے کب آئیں گے
کب دن کٹے گا پیار کی محفل سجے ہوئے
جلوت کے وہ شبینہ نظارے کب آئیں گے
کیوں ساکنان شہر محبت اداس ہیں
ان غمزدوں کے غم کے سہارے کب آئیں گے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
22nd December 2006 – 28th December 2006

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 22nd December 2006

00:05 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
01:10 MTA Travel: a programme taking a look at lakes, mountains and glaciers in Canada.
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 253, Recorded on 25/02/1997.
02:35 Seerat-un-Nabi: A seminar on the topic of 'The Love of God'.
03:20 Huzoor's Tours: A programme documenting Huzoor's visit to West Africa.
04:10 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 157, Recorded on 29th October 1996.
05:20 Moshaa'irah: An evening of Urdu poetry.
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
06:55 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor. Recorded on 25th April 2004.
07:55 Le Francais C'est Facile: No. 85
08:20 Siraiki Service
09:00 Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 21, Recorded on 9th December 1994.
10:00 Indonesian Service
11:00 Seerat Sahaba Rasool (saw)
11:40 Tilaawat & MTA News Review Special
12:30 Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, From Bait-us-Subuh, Frankfurt, Germany.
14:40 Dars-e-Hadith
14:55 Bangla Shomprochar
16:00 Friday Sermon [R]
18:05 Le Francais C'est Facile: No. 85 [R]
18:30 Arabic Service
20:30 MTA International News Review Special
21:10 Friday Sermon [R]
23:10 Urdu Mulaqa'at: Session 21 [R]

Saturday 23rd December 2006

00:25 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:25 Le Francais C'est Facile: No. 85
01:55 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 256, Recorded on 05/03/1997.
03:00 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 22nd December 2006.
05:00 Bangla Shomprochar
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:10 Children's Class with Huzoor. Recorded on 17th January 2004.
08:15 Ashab-e-Ahmad
09:00 Friday Sermon [R]
10:05 Indonesian Service
11:00 French Service
12:00 Tilaawat & MTA International Jama'at News
12:55 Bengali Service
14:00 Intikhab-e-Sukhan: Nazm request programme
15:00 Children's Class [R]
16:10 Moshaa'irah: An evening of Urdu poetry
17:05 Question and Answer Session in Urdu with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 10/02/1984. Part 2.
17:55 Australian Documentary: A documentary about Cricket, including a visit to a museum.
18:30 Arabic Service
20:30 MTA International Jama'at News
21:05 Children's Class [R]
22:10 Ashab-e-Ahmad
22:55 Friday Sermon [R]

Sunday 24th December 2006

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:05 Seerat-un-Nabi: A discussion on the topic of 'Seerat-un-Nabi'.
01:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 257, Recorded on 06/03/1997.
02:40 Ashab-e-Ahmad
03:25 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 22nd December 2006.
04:40 Moshaa'irah: An evening of Urdu poetry
05:35 Australian Documentary: A documentary about Cricket, including a visit to a museum.
06:00 Tilaawat, Hamari Taleem & MTA News
07:05 Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor . Recorded on 24th January 2004.
08:05 Learning Arabic: Programme No. 11
08:35 MTA Travel: A travel programme covering the Island of Malta.
09:05 Huzoor's Tours: A programme documenting Huzoor's visit to West Africa.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish translation of Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Jama'at. Recorded on 14th April 2006.
12:05 Tilaawat, Hamari Taleem & MTA News
13:05 Bangla Shomprochar
14:15 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 22nd December 2006.
15:20 Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
16:20 Huzoor's Tours [R]
17:15 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 26th November 1994. Part 2.
18:30 Arabic Service
20:35 MTA International News Review [R]
21:10 Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
22:10 Huzoor's Tours [R]
23:05 Ilmi Khutbaat

Monday 25th December 2006

00:05 Tilaawat, Hamari Taleem & MTA News
01:10 Learning Arabic, Programme No. 11
01:40 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 258, Recorded on 11/03/1997.
02:45 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 22nd December 2006.
03:50 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 26th November 1994. Part 2.
04:55 Ilmi Khutbaat
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:15 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor. Recorded on 21st November 2004.
08:25 Le Francais C'est Facile, Programme No. 33
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 23, Recorded on 16th March 1998.
10:00 Indonesian Service
11:00 Signs of the Latter Days
12:10 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
13:10 Bengali Service
14:25 Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 27/01/2006.
15:35 Signs of the Latter Days [R]
16:30 Medical Matters: A programme about skin infections.
17:20 Rencontre Avec Les Francophones [R]
18:30 Arabic Service
19:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 259, Recorded on 12/03/1997.
20:30 MTA International Jama'at News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class [R]
22:20 Spotlight: A speech delivered by Zafar Ahmad
23:05 Friday Sermon: recorded on 27/01/2006 [R]

Tuesday 26th December 2006

00:15 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:10 Medical Matters: A health related programme about skin infections.
01:45 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 259, Recorded on 12/03/1997.
03:00 Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 27/01/2006.
04:05 Le Francais C'est Facile, Programme No. 33
04:45 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 23, Recorded on 16th March 1998.
06:05 Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
07:15 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor. Recorded on 13th June 2004.
08:25 Learning Arabic, programme No. 11
09:00 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 3rd December 1995. Part 2.
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service
12:00 Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
13:10 Bengali Service
14:15 Jalsa Salana Canada 2004: Address to ladies delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Community, on the occasion of Jalsa Salana Canada. Recorded on 3rd July 2004.
15:05 Seminar: A Speeches delivered by Dr. Hameedullah Nusrat Pasha, on the topic of the Holy Qur'an.
15:55 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class [R]
16:55 Learning Arabic, programme No. 11 [R]
17:25 Question and Answer Session [R]
18:30 Arabic Service
20:30 MTA International News Review Special
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class [R]
22:25 Address by Hadhrat Khalifatul Masih V [R]
23:05 Seminar [R]

Wednesday 27th December 2006

00:00 Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
01:10 Learning Arabic, Programme No. 11
01:40 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 260 Recorded on: 13/03/1997.
02:45 Jalsa Salana USA 2003: Proceedings of the second day of Jalsa Salana USA 2003 including a speech by Musa Asad on the topic of the excellent example of the Holy Prophet. Recorded on 28th June 2003.
03:45 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 3rd December 1995. Part 2.
05:05 Seminar
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:10 Children's Class with Huzoor. Recorded on 31st January 2004.
08:10 Seerat Hadhrat Masih-e-Ma'ood (as)
08:50 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14thJanuary 1996. Part 2.
09:55 Indonesian Service
10:50 Swahili Service
12:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
13:10 Bengali Service
14:10 From the Archives: Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22/07/1983.
14:45 Australian Documentary: A documentary on Sydney, showing the popular tourist attractions.
15:20 Jalsa Speeches: A speech delivered by Zahid Ahmad Khan about 'the importance and blessings of financial sacrifices' on the occasion of Jalsa Salana United Kingdom. Recorded on 29th July 2000.
15:45 Children's Class [R]
17:00 Children's Workshop
17:25 Question and Answer Session [R]
18:30 Arabic Service
19:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 261, Recorded on: 19/03/1997.
20:40 MTA International News Review
21:15 Children's Class [R]
22:20 Jalsa Speeches [R]
23:10 From the Archives [R]
23:35 Children's Workshop [R]

Thursday 28th December 2006

00:25 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 261, Recorded on: 19/03/1997.
02:45 The Philosophy of the Teachings of Islam
03:10 Hamari Kaa'enaat
03:40 From the Archives: Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on: 22/07/1983.
04:15 Children's Workshop
04:50 Australian Documentary: A documentary on Sydney.
05:30 Jalsa Speeches
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
06:55 Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor. Recorded on 7th February 2004.
08:00 English Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) with English speaking guests. Session no. 30, Recorded on 04/12/1994.
09:00 Jalsa Salana Qadian 2006: Concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Community, on the occasion of Jalsa Salana Qadian from Bait-us-Subuh, Frankfurt, Germany.
10:05 Indonesian Service
11:05 Al Maa'idah: A cookery programme
11:40 Medical Matters – a programme in Pushto taking a look at hepatitis.
12:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
13:05 Bengali Service
14:00 Jalsa Salana Qadian 2006 [R]
16:00 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra).
17:05 MTA Travel: taking a look at The Hague.
17:25 English Mulaqa'at, Session 29 [R]
18:30 Arabic Service
20:30 MTA News
21:00 Jalsa Salana Qadian 2006 [R]
23:00 Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00GMT & 17:00GMT**

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 13 | Friday December 15, 2006 | Issue No. 50

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

ایک عالم دین حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے قلم مبارک سے:

”مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو کھانے پینے، پہننے اور تمدن و معاشرت سے تعلق رکھنے والے کئی امور میں مغربیت کی نقل کرتا اور اس نقل میں خوشی اور فخر محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح بعض احمدی نوجوان باوجود سمجھانے کے اس طرف جا رہے ہیں۔ یہ لوگ صرف نام کے احمدی ہیں، حقیقی احمدی نہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ شادی بیاہ اور دوسرے معاملات میں آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔

آپ نے فرمایا: اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اس میں کھٹّی لسّی کے تین چار قطرے بھی ڈال دئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوت عملیہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اسے دوسرے سے الگ رکھا جائے اور ان کے بداثرات سے اُسے بچایا جائے۔ آخر ہم نے دشمنانِ اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے اگر اُن سے مغلوب اور اُن کی نقل کرنے والے لوگوں سے ہم مل جل کر رہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم بھی یورپ کے نقّال ہو جائیں گے۔ پس خود اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہمیں دوسری جماعتوں سے نہیں ملنا چاہئے تا کہ ہم غافل ہو کر اپنا فرض جو تبلیغ اسلام کا ہے بھول نہ جائیں جس طرح دوسرے مسلمان بھول گئے ہیں۔ اسلام میں پہلے ہی سپاہیوں کی کمی ہے اگر تھوڑے بہت سپاہی جو اُسے میسر ہیں وہ بھی سُست ہو جائیں تو انہوں نے اسلام کی طرف سے دشمنوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے۔

جن دنوں اُمّ طاہرؓ کی بیماری کے سلسلہ میں مَیں لاہور میں ٹھہرا ہوا تھا ایک روز رات دس بجے ایک غیر احمدی مولوی مجھ سے ملنے کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی جماعت بڑی اچھی ہے اور اسلام کی بڑی بھاری خدمت کر رہی ہے لیکن صرف ایک خرابی ہے جو نہیں ہونی چاہئے اور وہ یہ کہ آپ ہم سے نہیں ملتے، نہ ہمارے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور نہ ہمیں رشتے دیتے ہیں۔ اگر یہ خرابی دُور ہو جائے تو پھر آپ کی جماعت سے بہتر اور کوئی جماعت نہیں۔ مَیں نے کہا: مولوی صاحب یہ لوگ جن کی آپ تعریف کر رہے ہیں یہ آپ لوگوں میں سے ہی نکل کر آئے ہیں یا کہیں اور سے آئے ہیں۔ جب یہ آپ لوگوں میں سے ہی نکل کر آئے ہیں اور مرزا صاحب کی تعلیم نے ان میں اتنی بڑی تبدیلی پیدا کر دی ہے تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ پھر یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ویسے ہی بے عمل ہو جائیں جیسے وہ ہیں۔ وہ آدمی سمجھدار تھا۔ کہنے لگا: اب مَیں سمجھ گیا ہوں۔ آپ مسلمانوں سے بالکل نہ ملئے اور علیحدہ ہی رہیئے۔ اگر آپ کی جماعت کے لوگ پھر اُن سے جا ملے تو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو پھیلانے کی جو جدوجہد آپ کی جماعت کر رہی ہے وہ بھی جاتی رہے گی اور اسلام کی تبلیغ ختم ہو جائے گی۔ اب کم از کم کوئی جماعت تو ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پھیلا رہی ہے۔ تو حق یہی ہے کہ میٹھا پانی کڑوے پانی سے الگ رہے گا اور ایک برزخ ان دونوں کو جدا رکھے گا۔

قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ ذوالقرنین سے بعض قوموں نے درخواست کی کہ یاجوج و ماجوج نے ہمارے علاقوں میں بڑا فساد برپا کر رکھا ہے۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دیں تا کہ وہ ہم میں داخل ہو کر کوئی خرابی پیدا نہ کر سکیں۔ چونکہ اس زمانہ کے ذوالقرنین بانئ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے بالکل ممکن ہے کہ ذوالقرنین کے دیوار حائل کرنے سے مراد اس زمانہ میں مغربیت اور اسلام میں ہی دیوار حائل کرنا ہو اور دو قوموں سے مُراد دو قسم کے جذبات اور قومی خیالات وافکار ہوں“۔ (تفسیر کبیر سورۃ الفرقان)

اخلاق وروحانیت کی مصطفویؐ تلوار

لاہور کی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے ترجمان ”الصّیانۃ“ (اکتوبر 2005ء صفحہ 43) میں جناب حسین احمد مدنی صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا ایک مضمون ”حلم نبویؐ“ چھپا ہے۔ درج ذیل اقتباس اس کا ایک اہم حصہ ہے۔

”ہم غیظ وغضب میں حسن تدبیر اور حلم وتدبر کو سلام کر بیٹھتے ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس کے خلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ“۔ (رواہ البخاری) وہ لوگ قوی نہیں ہیں جو اپنے حریف اور مقابل کو پچھاڑ دیتے ہیں اور گرا دیتے ہیں۔ قوی وہ شخص ہے جو کہ اپنے نفس کو غصّہ کی حالت کے وقت قابو میں رکھے۔

یہ روحانی تلوار تھی جس نے ادھر اپنوں کو مہذّب، خدا پرست، قابل حکومت وریاست بنا دیا اور ادھر غیروں کو اسلام کا نام لیوا اور حلقہ بگوش کر دیا۔ ہم اس میدان میں بھی اگر دسواں یا بیسواں حصہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وکرم کا حال لکھیں تو نہایت طویل دفتر ہو جائے“۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ آسمانی اور روحانی مصطفوی تلوار صرف تحریک احمدیت کے روحانی اسلحہ خانہ میں ہے جہاں سے ہر وقت یہ فقیرانہ صدائیں اٹھ رہی ہیں ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اس کے مقابل دیوبندی مذہب کے علمبردار اور ہم نوا اپنے قول وعمل سے اسلام کو چنگیزی مذہب ثابت کرنے پر ایک صدی سے تلے ہوئے ہیں۔ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے ایک مجلس میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا تھا ؎

یہ زباں چلتی ہے اے واعظ کہ چھری چلتی ہے
ذبح کرنے مجھے آئے ہو کہ سمجھانے کو

”دیوبندی ریسرچ سیل“ کا ایک انکشاف

دیوبندی ادارہ مکتبہ رحمانیہ لاہور نے مشکوٰۃ شریف مترجم کی تیسری جلد کے صفحہ 313 پر ”فصل تابعین کے بارے میں“ کا نمایاں عنوان دے کر لکھا ہے:

”ابوجہل۔ اس کا نام عمرو بن ھشام ہے جو مغیرہ مخزومی کے بیٹے ہیں، مشہور کافر ہے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ آنحضورؐ نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی اب اس کی یہی کنیت غالب اور مشہور ہوگئی“۔

دوسرے لفظوں میں ”ابوجہل“ اگرچہ مشہور کافر تھا مگر دیوبندی ریسرچ کے مطابق آنحضرتؐ کے بعد تابعین کے مقدس زُمرہ میں شامل ہے۔ جناب ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے بھی خطبات بہاولپور میں شاید اسی لئے ابوجہل کو ”ہمارے دوست“ کے پیارے نام سے یاد کر کے اپنی الفت کا حق ادا کر دیا ہے ع ایں چہ بوالعجمی است

کینیا (مشرقی افریقہ) کے ٹاویٹا ریجن میں Kitoghoto کے مقام پر احمدیہ مسجد کا بابرکت افتتاح

(رپورٹ: احمد عدنان ھاشمی۔ مبلغ کینیا)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مورخہ 27/اکتوبر 2006ء بروز جمعۃ المبارک ٹاویٹا (Taveta) ریجن میں Kitoghoto کے مقام پر نئی احمدیہ مسجد کا افتتاح عمل میں آیا۔

ٹاویٹا ریجن کینیا اور تنزانیہ کے بارڈر پر واقع ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں افریقہ کی بلند ترین چوٹی Kilimanjaro اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ بادلوں کا تاج پہنے ہوئے نظر آتی ہے۔ کیٹوگوٹو کا گاؤں Lake Jipe کے کنارہ اور Pare Mountain کے پہلو میں واقعہ ہے۔ اور یہ گاؤں ٹاویٹا گاؤں سے 18 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

یہ مسجد صرف ایک ماہ کے عرصہ میں جماعتی معمار اور مقامی جماعت کے تعاون سے تعمیر ہوئی ہے۔ مقامی جماعت نے دور دور سے پانی لا کر اور بعض اوقات اپنے خرچ پر پانی لا کر اور اینٹیں بھی فراہم کر کے تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

یہ مسجد بہت خوبصورت ہے اور تنزانیہ کے بلند علاقوں سے بھی نظر آتی ہے۔ اردگرد کے دیگر مسلمانوں نے بھی اس مسجد کو پسند کیا ہے۔

یہ جماعت کینیا کی قدیم ترین جماعتوں میں سے ہے اور مشرقی افریقہ کے پہلے مبلغ حضرت مولانا شیخ مبارک احمد صاحب بھی یہاں تشریف لا چکے ہیں۔ اس علاقہ کی قریباً نصف آبادی احمدی ہے۔

اس مسجد کا غیر رسمی افتتاح مورخہ 27/اکتوبر بروز جمعۃ المبارک، جمعہ کی نماز سے ہوا۔ خطبہ جمعہ میں احباب کو نماز جمعہ کی اہمیت بتائی اور خانۂ خدا کو ہمیشہ آباد رکھنے کی تلقین کی گئی۔

افتتاحی تقریب

مورخہ 29/اکتوبر 2006ء بروز اتوار مسجد کے باقاعدہ افتتاح کی تقریب منعقد ہوئی جس میں اردگرد کی جماعتوں Taveta، Eldoro، Kitobo، Mwakene، Mrabani، اور کیٹوگوٹو کے علاوہ تنزانیہ بارڈر کے قریب کے احمدی احباب نے اس مبارک تقریب میں شرکت کی۔ ان کے علاوہ معلمین کرام اور مرکزی مشن کی طرف سے مکرم عبداللہ حسین جمعہ صاحب استاذ جامعہ احمدیہ نیروبی اور خاکسار احمد عدنان ہاشمی مبلغ سلسلہ نیروبی ریجن نے شرکت کی۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد مکرم شریف محمود صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھے۔ پھر ایک دوست مکرم جورتج صاحب نے جماعت کیٹوگوٹو کی مختصر تاریخ بیان کی۔

امیر قافلہ مکرم عبداللہ حسین جمعہ صاحب نے اپنی تقریر میں احباب کو جماعتی بزرگان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی جن کی قربانیوں سے ان جماعتوں کا قیام ہوا اور تلقین کی کہ جس جذبہ کے ساتھ یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے اسی جذبہ اور قربانی کے ساتھ اس کی آبادی کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس کے بعد اطفال وناصرات نے انگریزی زبان میں عہد دہرایا۔ خاکسار نے دعا کروائی جس کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

قارئین الفضل انٹرنیشنل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی تعمیر بہت ہی مبارک کرے اور مزید ترقیات کا موجب بنائے۔ آمین